نمبر ۵ و ۶ | قادیان دار الامن والامان مؤرخہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۸۹۸ء و ۶ اپریل ۱۸۹۸ء | جلد ۲

قصیدہ

از خاکسار حافظ سید محمد مختار احمد مختار شاہجہانپوری

اے چشمۂ جود و کرم ، بحر فیوضات اتم ✦ عالی ہمم والا حشم ، محبوب رب ذو الکرم

اے مصدر لطف و عطا ، اے معدن جود و سخا ✦ اے منبع مہر و وفا ، اے مخزن فیض اتم

اے حامی دین متین ، اے خادم شرع مبین ✦ اے عالم علم یقین ، اے عاشق شاہ امم

اے چارۂ بیچارگان ، اے رہنما گمرہان ✦ اے مرہم آزار جان ، اے مظہر لطف و کرم

اے مظہر شان خدا ، محبوب خاصان خدا ✦ پابند فرمان خدا ، تا بہ بیا لطف و کرم

اے ہادی باعز و شان ، اے مہدی آخر زمان ✦ اے باعث آرام جان ، اے دافع رنج و الم

اے مورد انعام حق ، اے باعث اکرام حق ✦ اے مہبط الہام حق ، اے ذی حشم اے محترم

اے مہدی عالی ہمم ، اے ہادی والا حشم ✦ اے عیسی فرخ شیم ، اے رہبر دار ارم

اے عشق تو ایمان من ، اے الفت تو جان من ✦ اے درد تو درمان من ، اکنون بمطلب آمدم

تو ہے ہمارا پیشوا تو ہی ہمارا رہنما ✦ تو ہی ہمارا مقتدا اک جا اگر کہتے ہیں ہم

گو رنج و غم سہتے ہیں ہم مشق ستم رہتے ہیں ہم ✦ لیکن یہی کہتے ہیں ہم تجھ پر فدا ہو جائیں ہم

ہوتے ہیں ظلم ناروا لیکن ہمیں پروا ہے کیا ✦ جب سے کہ آگے کر دیا ہم نے سر تسلیم خم

ہم سب کو ہے اے نیکخو تیری لقا کی آرزو ✦ کرتے ہیں تیری گفتگو لحظہ بلحظہ دمبدم

جو عالمان با خدا تھے ہیں علم با صفا ✦ دل تجھ پہ کرتے ہیں فدا ہیں چومتے تیرے قدم

باقی ہیں جو نا آشنا وہ تجھکو کہتے ہیں برا ✦ تیرے غلام اے پیشوا کہتے ہیں ان کو صم بکم

دیکھو تم اے اہل ریا دیکھو تم اے اہل جفا ✦ دیکھو تم اے اہل دغا دیکھو تم اے اہل ستم

وہ پہلوان باصفا و شہسوار باصفا ✦ تم سب کو ہے للکارتا آجاؤ سب مل کر بہم

دکھلائے فرمان خدا ، با قول شاہ انبیاء
ثابت کرو یہ مسئلہ اے بانی جور و ستم

مولوی محمد حسن صاحب کا دوسرا خط

ہم کو ظن غالب تھا - کہ مولوی عبد اللہ صاحب مدرس مالیر کوٹلہ - مطالبات مندرجہ خط سابقہ مولانا سید محمد حسن صاحب کا کوئی جواب بالصواب دینگے - لیکن جب ان کا خط مورخہ ۱۱ فروری بنام سید صاحب صادر ہوا - یہ امید ہماری مبدل بیاس ہو گئی - چنانچہ ان کے خط کا بعینہ ہم انتخاب کرتے ہیں بعینہ جو سید صاحب نے اس کا جواب تحریر فرمایا ہے جس کا جواب بھی آج تک ندارد ہے - ذیل میں درج کریں گے - تاکہ ناظرین منصف مزاج خود فیصلہ فرما لیویں - والانتخاب ہذا (۱) سید صاحب کے خط میں چند اشعار ایسے ہیں جو قابل توجہ نہیں - (۲) چند غلط متعلق املا کے ہیں - اور اکثر الفاظ بے محاورہ ہیں - (۳) کمپ انبالہ کا قصہ بابت سکوت مولوی صاحب کے محض افترا اور بہتان ہے - بلکہ قضیہ برعکس ہے - (۴) تمام پنجاب اور ہندوستان کے علما کے ساتھ بحث مباحثہ اور ان کا سکوت مسئلہ توفی وغیرہ میں افترا اور بہتان ہے - (۵) سید صاحب سے اب گفتگو کرنا مرے کو مارے شاہ مدار والا مضمون ہے - (۶) اگر کہو - تو آپکی غلطیاں اخبار میں چھپوا دیں - (۷) چند الفاظ نامہذب سید صاحب کے خط میں موجود ہیں - (۸) ہمیں مخاطب نواب محمد علی خان صاحب ہیں تم کیوں کود پڑے - بیل نہ کودا کودی گون - یہ تماشا دیکھے کون - (۹) جب نواب صاحب منظور کر لیں گے اور شرائط بھی طے ہو جاویگی - تب مجھے کسی مرزائی سے کوئی خوف نہیں - سید صاحب سے کیا خوف ہے - وہ تو حلوائے بے دود ہیں - (۱۰) جب نواب صاحب انکار کر دیں - تو پہلی تحریک موقوف از سر نو تحریک تب بحث ہو گی - نمبر اول مرزا صاحب اگر وہ آمادہ نہ ہوں تو پھر مولوی نور الدین صاحب - اگر وہ بھی قبول نہ کریں - تو پھر مولوی عبد الکریم صاحب علی ہذا نمبر وار مولوی عبد القادر صاحب - پھر مولوی کمال الدین صاحب - پھر خواجہ کمال الدین صاحب گرد سوار - پھر کوئی اور مرزائی گرد سوار جس کو مرزائی پسند کریں - (۱۱) لیکن سید صاحب کا نمبر تمام مرزائیوں کے بعد ہو سکتا ہے - جب کوئی شرائط قبول نہ کرے - (۱۲) براہ مستقیم سید صاحب کی ضرورت نہیں ہے - جو کچھ تحریر ہو معرفت نواب صاحب کے ہو - اور میعاد لگانے کی کچھ ضرورت نہیں - (۱۳) صرف اس خط کا جواب بھیجکر نواب صاحب کی معرفت سلسلہ جنبانی فرما دیں - (۱۴) قادیان میں جو آپ گفتگو کو کہتے ہیں - چونکہ ایک مرتبہ آپ انبالہ میں ذلیل ہو چکے تھے - لہذا دوبارہ آپ سے گفتگو نہ کی فقط -

یہ ہے - انتخاب فخر الشعراء صاحب کے - ثابت ہو گا کہ حذف و اسقاط ان فقرات اور الفاظ کے جن سے آنحضرت کی تہذیب اور انشا پردازی اس قدر درجہ عالی تک پہونچی ہوئی معلوم ہوتی ہے - کہ کرہ ارض سے بلند ہو کر کرہ ناری تک پہنچ گئی ہے - سید صاحب نے اس کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے - وہ بھی بجنسہ نقل کیا جاتا ہے - اور حکم کے فیصلہ کی کچھ ضرورت نہیں - ہر ناظرین خود ایک حکم اون کے پاس موجود ہے - بنام مولوی صاحب بعد سلام مسنون آنکہ عاجز کو ان نمبر چہار دہ گانہ میں

قرآن کریم اور اقوال سلف سے دیا ہے۔

پانچواں مسئلہ جس پر بڑی غور ضرور ہے۔ نسخ کا مسئلہ ہے میں اپنا ایک قصہ سنا کر اس بحث کو ختم کر دیتا ہوں۔ آپ اس قصہ پر غور فرماویں۔ **جزاکم اللہ احسن الجزاء**۔

میں ایام طالب علمی میں مدینہ طیبہ پہونچا۔ اور مجھے اتباع نبوی اور اطاعت قرآن کریم کا جوش تھا۔ اس لئے مینے ضروری سمجھا۔ کہ آیات منسوخہ کو یاد کرلوں۔ اس لئے میں مدینہ کے کتب خانہ میں گیا۔ وہاں مجھے ایک کتاب ملی جس میں پانچ چھ سو آئت منسوخ کا ذکر تھا۔ وہاں سے وہ کتاب لایا۔ اور ارادہ کیا کہ یہہ کتاب یاد کرلوں۔ مگر بعض آیات کو جو اس نے منسوخ کہا۔ میں اس رسالہ دیالے کی رائے سے اتفاق نہ کر سکا۔ پھر مجھے جرات ہوئی تو مینے **اتقان** پر نظر کی (یہ کتاب میرے نزدیک اسلامیوں کا فخر ہے۔ اور اس ڈھنگ کی کتاب سنی شیعہ خوارج میں مینے نہ سنی نہ دیکھی اور نہ مجھے امید ہے۔ کہ ہو۔) تو انیس بیس کے قریب آیات میری نگاہ میں پڑی۔ پھر کیا تھا۔ گویا مجھے بادشاہی مل گئی۔ مگر ان آیات پر بھی جب مینے غور کیا۔ تو مجھے حسرت ہوئی۔ اور مجھے اللہ کریم نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھہ پر رحم فرمایا۔ کہ مجھے ایک عجیب وغریب کتاب **فوز الکبیر فی اصول التفسیر** مل گئی۔ سبحان اللہ کیا نورانی کتاب ہے۔ اس میں پانچ ہی آئت کو منسوخ قرار دیا۔ اللہ اللہ وہ دن دنیا میں مجھہ پر عجیب تھا۔ مارے خوشی کے میں جامے میں نہیں سماتا تھا۔ اور اصل خوشی کا باعث یہ تھا۔ کہ میرے دل نے مجھے پکار کر کہہ دیا۔ کہ نورالدین! قرآن میں آئت منسوخ کوئی نہیں۔ اور ہرگز قرآن میں آئت منسوخہ موجود نہیں۔ کیونکہ اگر آیات منسوخہ قرآن میں موجود ہوتیں۔ تو کم سے کم کچھہ ایما جناب باری سے یا جناب **صادق مصدوق۔ حبیبی وخلیلی سیدنا ومولٰنا ورسولنا ونبینا اصفے الاصفیا صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ وذریاتہ واہل بیتہ** سے یا حضرات **خلفاء راشدین** سے یا **ابوبکر وعمر** رضی اللہ عنہ سے جو راس رئیس علما وقت ہیں۔ ان سے کچھہ ثابت ہوتا۔ یہ امر نسخ کا دعوے علما نے اپنے خیال سے کیا ہے۔ جب دو آیات کی تطبیق نہیں آئی۔ تو دعوے کر دیا۔ ایک آئت منسوخ ہے۔ پس میں ایسی آئت منسوخہ کا جو موجود فی القرآن ہوں۔ قائل نہ رہا۔ شاید میرے الفاظ عمدہ طور پر مقصد کو ادا نہیں کر سکے منشا یہ ہے۔ کہ میں اس بات کا قائل ہی نہ رہا۔ کہ قرآن مجید میں کوئی منسوخ آئت موجود ہے۔ **والحمد للہ رب العالمین**۔ اور مینے ان پانچ مقامات کو تفاسیر میں دیکھنا شروع کیا۔ تو بحمد اللہ پانچوں ایسے مقام تھے۔ کہ تفسیر کبیر جیسی عام تفسیر سے وہ معنے صاف حل ہوگئے۔ صرف دو مقام پر میری تسلی نہ ہوئی۔ جو پھر اور تفاسیر سے وہ بھی حل ہوگئے۔ میں مدینہ سے لاہور پہونچا۔ وہاں ایک شخص فرقہ اہل حدیث کا مجھے ملا۔ اس نے کہا۔ ہم قرآن پر کیسے عمل کریں۔ جبکہ ہمیں معلوم نہیں۔ کہ ناسخ کیا ہے۔ اور منسوخ کہاں ہے۔ مینے اس شخص کو کہا۔ کہ قرآن مجید میں منسوخ آئت کوئی نہیں۔ وہ تو آگ ہوگیا۔ اور مجھے پکڑ کر ایک شخص محمد حسین بٹالوی کے پاس پہونچایا۔ مجھہ سے وہ نہونے طیش میں آکر کہا۔ کیا آپ نسخ کے قائل نہیں۔ مینے کہا۔ کہ نسخ کا دعوے غلط ہے۔ اگر آپ کو کوئی آئت منسوخ معلوم ہوتی ہے۔ تو مجھے فرمائیے۔ اور بحث جانے دیجئے۔ میری اس عرض پر وہ کہنے لگے۔ کہ **شوکانی** نے کہا ہے۔ جو نسخ کا منکر ہے۔ وہ جاہل ہے۔ مینے عرض کیا۔ کہ میں **شوکانی** کو نہیں جانتا۔ کہ وہ کون ہے۔ اور مجھے اوس کی اتباع سے کام نہیں۔ آپ کوئی آئت پڑھیں۔ آخر وہ کہنے لگے۔ کہ تم **سید احمد خاں** کو جانتے ہو۔ میں اوس وقت سید احمد کو نہیں جانتا تھا۔ پس مینے جواب دیا۔ کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون ہے۔ غرض یہ قصہ قابل غور ہے۔ اور آپ میر اس قصہ کو قصہ تصور نہ فرماویں۔ یہ ایک نفس الامری حالت کا بیان ہے۔ جس نے مجھے قرآن کریم کی شاہ راہ پر چلنے کے لئے بڑی راہ کھول دی ہے۔ اگر جناب کو کسی آئت میں تامل ہے۔ تو مجھے ارقام فرماویں۔ مگر میں ٹھنڈے دل کا آدمی ہوں۔ اور آپ کی طبع میں مجھے ایسی حدت معلوم ہوتی ہے۔ جو محتاط مومن کی شان سے ذرا فاصلہ رکھتی ہے جیسے آپ کے کارڈ سے میں ثابت کرونگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

چھٹا امر جس پر مترجم کو غور ضروری ہے۔ وہ مسئلہ ہے۔ ترتیب آیات قرآنیہ کا۔ میرے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن کریم الحمد شریف سے لیکر سورہ ناس تک ایک ایسی ترتیب رکھتا ہے۔ کہ اگر ایک آئت کہیں سے نکال دی جاوے تو قرآن قرآن نہیں رہتا۔

ایک شخص **صدیق حسن خان** نام نواب بھوپال میں گذرا ہے۔ اونہوں نے اپنی تفاسیر میں جیسے **جامع البیان** کے ابتدا میں حاشیہ پر لکھا ہے۔ بڑی طول اور فضول تقریر سے ثابت کیا ہے۔ کہ کوئی آئت مکہ میں اتری۔ کوئی مدینہ میں۔ کوئی سفر میں کوئی حضر میں۔ کوئی صلح میں۔ کوئی جنگ میں۔ پھر کیسا احمق ہے وہ جو قرآنی آیات کو مرتب مانتا ہے۔ یہ ہے خلاصہ انکے کلمات کا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر یہ ترتیب قرآنی مدنظر حضرت حق سبحانہ وتعالے کی نہ ہوتی۔ تو ضرور تھا۔ کہ قائم رہتی۔ وہ ترتیب جس پر نزول ہوا تھا۔ جب ترتیب نزولی کو بدل دیا گیا ہے۔ اور جب یہ معاملہ حضرت خاتم الانبیاء کے حضور خود حضور کے حکم معلے سے بلکہ جناب باری کے فرمان سے ہوا ہے۔ تو کیوں نہیں۔ نواب خیال فرماتے۔ کہ ترتیب نزولی کو بدل کر دوسری ترتیب پر قرآن کریم بڑی اور اول دلیل ہے۔ کہ قرآن میں موجودہ حالت پر کوئی ترتیب خاص مدنظر ہے۔ مینے اس معاملہ پر بہت غور کیا ہے۔

بے ریب یورپ والوں کا اعتراض کہ قرآن کریم بنہد پردازی سے ایک مضمون کو چھیڑتا ہے۔ پھر ختم نہیں کرتا۔ اور دوسری بات کو شروع کر دیتا ہے۔ قابل غور مضمون ہے۔ اس خط میں نہیں دوسرے خط میں اس کا نمونہ ضرور دونگا۔ غرض مترجم کو ضرور ہے۔ کہ نوٹوں سے ترتیب قرآنی کو مدنظر رکھ کر بتایا جاوے۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر عزیزی۔ تفسیر حسینی مسمی بہ حیات سرمدی اس امر کو نصب العین رکھتے ہیں۔ گو پورے کامیاب نہیں ہوئے۔

ساتواں امر جس کو ضرور ہے۔ کہ مترجم مدنظر رکھے حال کا فلسفہ ہے۔ جس کی بنا رگو اکثر مشاہدہ پر ہے۔ مگر ہمارے ہندوستانی طالب علم اس میں بضروری سے قیاسی اور خیالی اور امر محقق شدہ میں تمیز نہیں کر سکتے۔

ایک طرف تو **سید احمد خاں** کی جماعت نے یورپ کے فلسفہ اور سائینس سے دبکر صلح کرلی ہے۔ ڈر پیپر اور اس کے بھائیوں کا ایسا ڈر پڑا ہے۔ کہ قرآن کریم کو ان کے خیالات کے پیچھے پیچھے لگا دیا ہے۔ تمام مذاہب کی جان اور تمام خلق کے لئے اعلی جز امید قبولیت دعا ہے۔ اسی سے ہی منکر ہوگئے۔ تا آیات نبوت اور مسئلہ الہام۔ وحی وملائکہ وآخرت اور جنت ونار کے وجود سے گویا انکار کرلیا۔ مسٹر بلنٹ لوگوں کے حملات کو دیکھ کر وحدت وجودیوں کی طرح اسی مخلوق کو بعد حذف تشخصات خدا مان لیا۔ جیسے ان کے خطبات سے ظاہر ہے۔ بقیہ مشکلات سے یوں پیچھا چھوڑایا۔ کہ جہاں فلسفہ کو موید نہ دیکھا۔ وہاں کہہ دیا کہ یہ کلام اللہ تعالے نے حسب خیال یہود ونصارے کے یا حسب خیال مشرکان عرب کے فرمائی گئی ہے۔ رہا بقیہ قرآن۔ اس میں یہاں تک کامیاب ہوئے۔ کہ لکھ دیا۔ **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم**۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم - یہی ہندوستان سے گویا ہٹ گئے - سبحان اللہ یہہ ہے - دین کی نصرت اور حمایت - اب ان کے مقابلہ میں مولوی صاحبان کا حال بھی قابل غور ہے - زمین کی گردش سے منکر ہیں - اس امر کے بھی منکر ہیں - کہ کوئی آدمی اسکندریہ سے سوار ہو کر امریکہ پہونچ کر جاپان کی طرف سے آنکلے - اور کلکتہ سے بمبئی - اور وہاں سے اسکندریہ پہنچے - کیونکہ رستہ میں کوہ قاف جو زمرد کا پہاڑ ہے - جس کی رگوں سے زلزلہ آتا ہے اور جس کے اردگرد سانپ لپٹا ہے - اور جس کے اوپر آسمان رکھا ہے - اسے کیسے گذرا - یہہ مثالیں غالبًا ایسی مخفی نہیں ہوں گی - میرے دوست نے مجھ سے ذکر کیا - کہ میں بچہ تھا - اور میں نے بمقام لدھیانہ وعظ سنا کہ نیل دریا کی بڑی فضیلت ہے - کیونکہ یہہ چاند سے نکلتا ہے - کسی نے وعظ میں عرض کیا - کہ حضرت اگر نیل کا چاند سے نکلنا خلاف مشاہدہ نہیں تو گنگا کا مہادیو کی جٹا سے نکلنا کیوں منع ہے - اب واعظ صاحب کے پاس کیا تھا - فتوے دے دیا - کہ یہ شخص کافر ہے - اس کو مار کر نکال دو - وہ تو نکالا گیا - اور یہ شخص جواب ہمارے دوست ہیں - وہاں مرتد ہو گئے - کہ اسلام حقیقتًا جبر سے پھیلایا گیا ہے - اور اس میں ایسے ہی مسائل ہیں - پھر کیا تھا آزادی کا زمانہ پکے کافر بن گئے - اور مشن کی ملازمت کر لی - آخر سالہا سال کے بعد جب بوڑھے ہو گئے - ایک انگریز نے ان کو کہا مسٹر فلانے دیکھو - یورپ والے کیسے محنتی ہیں - نیل کا منبع انہوں نے دریافت کر لیا ہے - جبال القمر ہے - اب یہ صاحب اس انگریز سے جبال القمر کا نام سنکر بے تاب ہو گئے - اور رو پڑے لوگ حیران کہ یہ کیا تماشا ہے - اس نے کہا آج اس جبل القمر نے مجھے مسلمان بنا دیا - جیسے میں نے اس انگریز سے سنا - جس طرح اس لفظ نے مجھے کافر بنایا جبکہ میں نے اس لفظ کو ایک واعظ سے سنا - مولانا یہ ہے مشکل ترجمہ کرنے میں - ایک طرف نیچری ہیں - اور ایک ہمارے علماء گردش ارضی کے منکر - حرکت ارضی کے منکر - علم کیمیا کے منکر - جیالوجی کے منکر - ان کے درمیان ایک راہ ہے -

آٹھواں امر جس پر مترجم کو غور ضروری ہے - اصول ترجمہ کا قائم کرنا ہے - ہمارے مفسر خواہ روایت والے ہوں جیسے **ابن جریر - ابن کثیر - امام سیوطی** صاحب **در منثور** - خواہ درایت والے جیسے **امام رازی - امام غزالی قاضی بیضاوی** خواہ صوفی ہوں - جیسے **شیخ محی الدین بن عربی** - اور مصنف **بحر الحقائق** اور **نجم الدین عبدالوہاب صوفی** - خواہ لغوی ہوں - جیسے **مجد الدین فیروز آبادی** - خواہ علم اشتقاق والے - جیسے **امام راغب** ان سب لوگوں کی تفاسیر کو دیکھو مقدمہ میں اصول کو ہرگز قائم نہیں کرتے - - اور یہ بڑا اگر بڑ کر دیا ہے - حضرت شاہ **ولی اللہ** محدث دہلوی نے فوز الکبیر میں اور سید **احمد خاں** نے تحریر فی اصول التفسیر میں بہت کوشش کی ہے - مگر وہ ایسی کوشش ہے - کہ یورپ کے واسطے . . . کافی نہیں - اور اس میں بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے -

نواں امر مفسرین کے طبقات کو تو لوگ قائم کر دیتے ہیں - اور کہتے ہیں - کہ **اوّل** درجہ تفسیر القرآن بالقرآن کا ہے - اور **دوم** درجہ تفسیر میں حضرت حق سبحانہٗ کے اُس نائب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے - جس کے حق میں فرمایا - **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** - **تیسرا** مرتبہ خلفائے راشدین وغیرہ وغیرہ - مگر عمل درآمد اس کو نہیں دکھاتے - مثلًا **ہدًی للمتقین** - کی تفسیر میں بیسیوں معنے متقی کے بیان کریں گے - اور قرآن کریم نے مثلًا **لیس البر ان تولوا وجوھکم** میں جو معنے متقی کے بیان کئے ہیں - اسکا ذکر تک نہ کریں گے - **یقیمون الصلوٰۃ** میں اقامت پر بحث ہوگی - اور کوئی نہیں لکھے گا - کہ وہ نماز جس کا ٹھیک رکھنا ضروری ہے - اس کی تفسیر رسول کریم نے یہ فرما دی ہے -

آپ میرے عریضہ کو پہلے پورا دیکھ لیں - اگر ناپسند ہوے تو کالائے بد بریش خاوند - واپس بھیج دیں - اس کی نقل میں نے نہیں لی - اور نہ مجھے فرصت ہے - کہ اس کی نقل کروں - بلکہ دوبارہ دیکھنا بھی مشکل ہے - اگر پسند ہو - تو یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے - میں اور بھی لکھنا چاہتا ہوں - مگر دوسرے وقت پر چھوڑتا ہوں - اگر اللہ تعالےٰ نے توفیق بخشی - آمین -

آپ ایک کوچہ سے بیخبر ہیں - اس پر عرض ہے -
حضرت پیر و مرشد مجدد الوقت مہدی آوان مسیح الزمان کا تذکرہ کرتے وقت آپ نے نعوذ باللہ کا لفظ شریعت اسلام سے ناواقفی کے باعث استعمال فرمایا - احادیث صحیحہ میں جناب خلیفہ اول ابو بکر رضؓ کو ابراہیمؑ اور مسیحؑ - اور جناب خلیفہ ثانی کو نوحؑ - اور ابو ذرؓ کو **مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ** اور جناب سرور عالم فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کو **ابن ابی کبشہ** اور قرآن میں بعض مومنوں کو **امرات فرعون** - اور بعض اہل ایمان کو **مریم بنت عمران** اور بعض مومنات کو **امرات نوحؑ** اور **امراۃ لوطؑ** فرمایا گیا ہے - اور حضرت **یعقوب** جرخی کو الہام الٰہی میں **زید بن حارثہ** جو محبوب **رسول اکرم** صلے اللہ علیہ وسلم تھے - انکا نام دیا گیا ہے - پھر سے

کاش کانانکہ عیب من جوئند
روئے آں دلستاں بدیدندے
ترسم آں قوم کہ بر درد کشاں میخندند
در سر کار خرابات کنند ایماں را

آپ کا سلام علیکم بحضور مرزا صاحب اس لئے نہیں پہونچایا گیا - کہ آپ کے نعوذ باللہ کے بے موقع استعمال نے اجازت نہ دی - آپ کو ابتدائے خط میں ایک صادق ملہم کے متعلق ایک محب اسلام کا دل دکھانا مناسب نہ تھا -
اللھم تب علیہ حتیٰ یتوب - یا ربّی صحبتی الی - والسلام

ڈاکٹر سر سیّد احمد خاں بہادر بالقابہ کا انتقال

ہر کہ آمد بجہاں اہل فنا خواہد بود
آنکہ پائندہ و باقیست خدا خواہد بود

۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو آنریبل سر سید احمد خاں بالقابہ نے حاجی محمد اسمٰعیل خاں کی کوٹھی میں انتقال کیا **انا للہ وانا الیہ راجعون** -

سر سید صاحب کے انتقال کی خبر معًا بذریعہ ٹیلیگرام دور و نزدیک پہونچائی گئی - اور جہاں جہاں یہ خبر پہونچی عام طور پر مسلمانوں میں ایک جوش ماتم پیدا ہوا - لاہور میں بھی یہ خبر پہونچی - اور انجمن اسلامیہ کی طرف سے ماتمی جلسہ کا اعلان فی الفور شائع کیا گیا - چنانچہ ۲۹ مارچ ۱۸۹۸ء کو اسلامیہ کالج میں ایک ماتمی جلسہ ہوا - جسمیں چند رزولیوشن پاس ہوئے -

لاریب سر سید احمد خاں بالقابہ مسلمانوں کے ہوا خواہ تھے۔ اور انگریزی تہذیب اور مغربی روشنی کے اس قدر دلدادہ اور شیدا تھے۔ کہ مسلمانوں کے سقیم الحالی اور شکستہ سے نکل کر اوج اور عروج کی چٹان پر پہونچنے کے لئے وہ اس کو ہی مجرب نسخہ قرار دیتے تھے۔ یہ اعتراف کرنا کہ اون کی ذات سے مسلمانوں کو بہت سے دنیوی فائدے پہونچے ناانصافی اور تنگدلی ہے۔ سر سید اپنی ذات میں ایک بے ضرر انسان تھا۔ مگر ہم کو یہ کہنے میں بھی تامل اور تردد نہیں۔ کہ جہاں ایک طرف وہ مسلمانوں کو اعلےٰ دنیوی مدارج ترقی پر دیکھنے کا خواہشمند تھا۔ وہاں دوسری طرف وہ اون اسباب کے سوچنے میں بھی خطا کر گیا تھا۔ جو قوم کو عروج کے مینار پر چڑھا سکتے ہیں۔ سید کا مشرب یہ تھا کہ ؎

چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہے۔

اور اسی لئے وہ ہر معاملہ میں قرآن کریم کو حکم بنا کر نہ چلا بلکہ مغربی تہذیب اور یورپ کے فلسفہ نے اوس پر ایسا اثر کیا۔ کہ وہ مسلمانوں کو جہاں انگریزوں کے قالب میں ڈھالنا چاہتا تھا۔ وہاں اُس کی یہ بھی بڑی بھاری غرض تھی۔ کہ اون کے اطوار و اوضاع اون کے طریق معاشرت اور اصول تمدن یہاں تک کہ اون کا علم الٰہی بھی یورپی فلسفہ کا پوجاری ہو کر رہے۔ اور اسی وجہ سے اونہوں نے ہمیشہ **الٰہی فلسفہ** اور آسمانی قانون کو مغربی فلسفہ کا متبع بنانا چاہا۔ اور یہ ساری مشکلات اُن کو اس لئے پیش آئیں۔ کہ وہ چاہتے تھے۔ مسلمانوں میں انگریزیت کا دخل جس سے ان کو امید تھی۔ کہ وہ فائز المرام ہوں گے۔ انکے مشن کی کامیابی کے لئے یہی پہلی تدبیر تھی۔ جو بطور **فونڈیشن سٹون** کے تھی۔ اور جو افسوس ہے غلط تھی۔ اہل اسلام کی دنیوی حالت کا سدھار دینی حالت کی اصلاح سے ایسا وابستہ ہے۔ کہ جب تک دینی حالت سدھر ے دنیوی حالت کی اصلاح ممکن ہی نہیں۔ ہمکو کوئی ضرورت نہیں۔ کہ ہم اس معاملہ پر فلسفیانہ بحث شروع کریں۔ کیونکہ مشاہدہ صحیحہ نے اس امر کو ثابت کر دکھلایا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جب کبھی مسلمانوں نے کامیابی حاصل کی ہے۔ اور وہ **حسنۃ الدنیا** سے بہرہ ور ہوئے ہیں سو اس کی وجہ اتقا اور دینداری کی راہوں پر قدم مارنا ہی ہوا ہے۔ اور بجز اس کے ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کبھی مسلمانوں کی اصلاح ممکن ہی نہیں خیر سید صاحب اپنی زندگی کے دن پورے کر کے چلے گئے۔ اور

اپنی حالت سے بتلا گئے۔ کہ ؎

من نہ کردم شما حذر بکنید۔

یہ اوسی مغربی تہذیب اور روشنی کا نتیجہ ہے۔ جس نے سید صاحب کو دعائے خیر سے بھی محروم کر رکھا ہے۔ چنانچہ لاہور کے ماتمی جلسہ میں باوجود تحریک نماز جنازہ کے بھی کسی نے چوں نہ کی۔ سیاہ کوٹ پہن لینے یا سیاہ کالموں میں ماتمی الفاظ لکھ دینے سے سید کی روح آسمانی انجمن میں مستبشر نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے۔ بعض کوتاہ اندیش لوگ یہ خیال کریں۔ کہ ہم گڑے مردے اکھاڑنے بیٹھ گئے ہیں۔ نہیں نہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ہم کو سید صاحب کے انتقال پر افسوس ہے۔ مگر اوسی تقاضا بشریت سے جو ہر ایک انسان کو لاحق ہے۔ اور جو حقیقت پوچھو۔ تو کسی کے مرنے پر کیسا رنج اور کہاں کا افسوس۔ کیونکہ رنج اور افسوس رضا و تسلیم کے مدارج کے خلاف عمل کرتا ہے اور فعل خداوندی کو خلاف مصلحت سمجھتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ مدارج رضا و تسلیم کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ جب تک خدا تعالےٰ کا خاص فضل نہ ہو۔ اور انسان ہمہ تن اوسی کا نہ ہو جاوے۔ اور اوس کی مرضی اور ارادہ کی تار اوس کو پتلی کی طرح نہ چلاوے۔ اور یہ اُس وقت میسر آتا ہے۔ جب اوسکی رضا جوئی کیلئے تذلل اور انکسار سے باب الدعا پر دستک دی جاوے اور اتقا کی راہوں پر صبر و استقلال سے تجلیات الٰہی کے نظارے دیکھنے کے لئے مستعد کمر باندھی جاوے۔ راستہ کے ابتلاؤں اور گھبراہٹ کے پہلوؤں سے بیدل نہ ہوں۔ پھر الٰہی ہستی اپنا جلال دکھاتی ہے۔ اور غیریت کو بھسم کر کے اپنا نور اوسکی جگہ چھوڑتی ہے۔ پھر رنج و غم عسر و یسر سب ہیچ ہو جاتے ہیں۔ زندگی اور موت ایک معمولی چیز نظر آتی ہے۔ الغرض ہم کسی کو یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ سید کے مرنے پر افسوس نہ کریں۔ رنج نہ کریں۔ کیونکہ یہ راہیں رضا و تسلیم کی بہت دور ہیں۔ اور سید کے انتقال کا صدمہ بظاہر ایسا نہیں۔ کہ کم از کم اون لوگوں کو جلدی بھول سکے۔ جو دنیوی اصلاح دنیوی اسباب ہی کے ذریعہ چاہتے ہیں۔ یا کم از کم سید کی تدابیر کو ہی خضر راہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے ایسی نصیحت بے محل اور غیر مناسب ہے۔ البتہ ہم اپنے اوس فرض سے سبکدوش ہونے کیلئے جو ہر ایک مسلمان کو **یامرون بالمعروف** کی صورت میں ملا ہے۔ اتنا کہنا چاہتے ہیں۔ کہ اس قدر جزع فزع سے سید صاحب کی واپسی تو ہو نہیں سکتی۔ اب بہتر یہی ہے۔ کہ اون کی

موت سے بھی جیسا اُن کی حیات سے استفادہ کیا۔ فائدہ اُٹھایا جاوے۔ اور اس سے سبق لیا جاوے کہ ؎ دنیا روزے چند۔ آخر کار با خداوند۔

پس اون نقائص اور کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو سید صاحب دین کو دنیا پر مقدم نہ کرنے کی وجہ سے کر گئے۔ اور اون کی بہترین یادگار یہی ہو سکتی ہے۔ کہ اون کی موت سے وہ کمزوری پوری کی جاوے۔ جو وہ اپنی زندگی میں پوری نہ کر سکے۔ سید صاحب کے کان میں **ایک آسمانی معلم** کی صدا متواتر اور متعدد مرتبہ جہر طور پر پہونچی۔ مگر افسوس ہے۔ کہ وہ اوس سے استفادہ نہ کر سکے اور یہی مغربی فلسفہ اور یورپی تہذیب اون کے لئے ٹھوکر کا باعث ہو گئی۔ گو یہ سچ اور بالکل سچ ہے۔ کہ اونہوں نے **اوس ایمان کی منادی کرنے والے** پر تکفیر اور سب و شتم کی بوچھاڑ نہیں کی جیسی نام کے علماء نے کی۔ مگر اسمیں بھی کلام نہیں۔ کہ ناصح مشفق کی باتوں کی طرح بھی اوس نے اوس کی باتوں پر کان نہیں دھرا۔ اور باوجود اسکے کہ اونہوں نے وہ مبارک زمانہ پایا جس کی آرزو ہزارہا ابرار کرتے چلے گئے تھے۔ مگر اوس فلسفہ بے معنی کی تقلید اور انگریزیت کی ہوا نے اون کو محروم ہی رکھا۔ جس کے لئے سید صاحب کی حالت پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے۔ اور سب سے زیادہ افسوس یہ ہے۔ کہ متعدد مرتبہ امام الوقت نے اوس کو آسمانی منادی سنائی۔ مگر وہ کان رکھتے ہوئے بھی نہ سن سکے

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خیر اب وہ وقت گیا۔ سید صاحب کے کاموں کی قدر کرنے والے نوجوان اور بڈھے اب بھی موجود ہیں۔ وہ اس **روحانی معلم** سے استفادہ کریں۔ سید صاحب کی غرض و غایت **تعلیم** تھی۔ مگر یہ سمجھنے میں اُنہوں نے غلطی کھائی۔ کہ آسمانی تعلیم کے بغیر دنیاوی تعلیم کچھ کام دے سکتی ہے۔ حقیقت یہی ہے۔ کہ جب تک آسمانی تعلیم حاصل نہ ہوگی۔ اور آسمانی معلم کی باتوں پر کان نہ دھرا جائے گا۔ قوم کی حالت نہ بدلے گی۔ **ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم**۔ بالکل سچی بات ہے۔) پس ہمکو محمڈن کمیونٹی اور خصوصاً اون لوگوں سے جو مغربی فلسفہ اور تہذیب کے دلدادہ اور سید صاحب کے ہم خیال ہیں۔ امید ہونی چاہئے۔ کہ وہ **آنے والے آسمانی معلم** کی باتوں پر توجہ کریں گے۔ اور مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سید کی وفات ہی پر نہ کر دیں گے۔ کیونکہ اس سے بہت

برا اثر پیدا ہوتا ہے۔ جو اندر ہی اندر تپ دق کی طرح ایمانی طاقت سلب کر جاتا ہے۔ اور شرک کا متعفن مادہ پیدا کر کے روحانی اور ذہنی قوائے کو دیمک کی طرح چاٹ جاتا ہے۔ پس اب وقت یہی ہے۔ کہ آسمان پر نظر ہو۔ زمینی اور سطحی خیالات سے منہ موڑا جاوے۔ حسنۃ الدنیا کے حصول کے لئے اون تدابیر کو اختیار کیا جاوے۔ جو حسنۃ الدنیا دینے والے خدا نے مقرر کر رکھی ہیں۔ اور جو تیر بہدف ثابت ہو چکی ہیں اور مرحوم سید کے لئے دعا مغفرت کی جاوے کیونکہ ارحم الراحمین خدا کی مغفرت اور معافی کا دامن بہت وسیع ہے۔ بالآخر سید صاحب کے لئے دعا ہے۔ کہ خدا اون کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور اُن کے پس ماندوں کو صبر جمیل اور اُن کے ہم خیال لوگوں کو صداقت کی راہوں کی پیروی کی توفیق۔ آمین۔

ایرانیوں کیلئے آسمانی مائدہ

صد الحمد کہ آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

ہم نہایت مسرت سے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی تجلی کی بشارت اور اوس کی پیروی کی راہوں کی ہدایت کا سلسلہ یوماً فیوماً بلکہ آناً فاناً اس قدر وسیع ہوتا جاتا ہے۔ کہ ایک خداترس اور سلیم الفطرت انسان کا دل آمنا و صدقنا کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور اُس کو اس مبارک سلسلہ کی تسلیم سے چارہ نہیں رہتا۔ کیونکہ اس قدر جوش تبلیغ اور پھر اوس کے دامن کی درازی بجز خدا تعالیٰ کے ہاتھ کے سہارے کے ممکن نہیں۔ مفتری کبھی اس قدر کامیابی حاصل نہیں کر سکتے حضرت اقدس سیدنا میرزا صاحب ایدہ اللہ نے کم و بیش ہر قوم کو تبلیغ کی ہے۔ اور تبلیغ کے متعلق نت نئے سامانوں اور ذریعوں کا میسر آتے جانا۔ اس عزیز خدا کے وعدہ کی صداقت کو خوب ظاہر کر رہا ہے۔ کہ میں تیری تبلیغ زمین کے کناروں تک پہونچاؤں گا۔ لاریب وہ وقت آتا جاتا ہے۔ کہ زمین اپنے کناروں تک سماوی بشارتوں اور برکات سے بہرہ مند ہو۔

ان دنوں میں جو رسالہ الدعاء والاسباب کو زیر نظر رکھ کر امام الوقت نے لکھنا شروع کیا ہے۔ اوس کا مبارک نام ایام الصلح رکھا گیا ہے دوران تصنیف رسالہ میں بعض تحرکات ایسے ہوئے۔ کہ سیدنا مرزا صاحب ام فیضہم نے پسند فرمایا۔ کہ ایام الصلح ایرانی لباس میں بھی شائع ہو۔ خدا کی شان ہے۔ کہ امام الوقت کا یہ ارادہ ایسے وقت پر ظاہر ہوا۔ کہ اوس کی تکمیل کا سامان بھی بہت ہی جلد بہم پہونچ گیا۔ جس پر غور کرنے والی طبیعتوں کو ایک نشان عظیم کا پتہ ملتا ہے۔ خود حضرت مسیح موعود تو اردو رسالہ کی تصنیف میں مصروف تھے۔ اس لئے ایک ہی وقت دو کام آسان نہ تھے۔ لہذا جناب کے اس حکم کا قرعہ ہمارے مخدوم حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ایدہ اللہ بروح منہ کے نام پڑا مولوی صاحب ممدوح کو یہ دوسرا موقع ہاتھ آیا۔ کہ آسمانی معلم کی تعلیم کو ایرانی لباس میں پیش کرنے کا فخر حاصل کریں اس سے پیشتر حضرت قیصرہ ہند دام اقبالہا کو جو تبلیغ کی گئی تھی۔ اوس کا فارسی ترجمہ مولانا ممدوح نے کیا تھا۔ اور اب دوسرا وقت ہے۔ کہ آپ کو حصہ وافر ملا۔ اور ایرانیوں کو مائدہ آسمانی پہونچانے والے خصوصیت سے آپ ٹھہرے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ مولانا عبدالکریم صاحب نے حضرت اقدس کی تبلیغ میں جس قدر حصہ لیا ہے۔ وہ کسی دوسرے نے کم لیا ہوگا۔ اور ہم کو مولوی صاحب کی زندگی پر رشک آتا ہے۔ کہ مولوی صاحب جیسا معذور انسان اس قدر کام جواب کر رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور روح القدس کی امداد بغیر کر ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ نماز پنج وقت کے امام آپ ہیں۔ جمعہ کے امام آپ ہیں۔ بعض طالب علموں کو قرآن کریم۔ اور دیگر سبق پڑھاتے ہیں۔ حضرت اقدس کے خطوط کے جواب ارقام فرماتے ہیں۔ رپورٹ سالانہ جلسہ بابت ۱۸۹۷ء کے مسودات کی تصحیح فرماتے ہیں۔ جو اگر غور سے دیکھا جاوے۔ اس قدر مشکل کام ہے کہ معمولی قابلیت کا انسان نہیں کر سکتا۔ مطالعہ کتب بھی فرماتے ہیں۔ خطوط کا خلاصہ۔ اور اخبارات کے مضامین بھی حضرت کو سناتے ہیں۔

پھر باوجود اس قدر کثرت کار کے الحکم کے لئے اپنے خطبات کا مضمون درست کرتے ہیں۔ جو ایڈیٹر الحکم ہر جمعہ کو بفضلہ قلمبند کرتا ہے۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ جو نظم وغیرہ اخبار الحکم کے اندراج کے لئے آتی ہیں۔ اوس کی تصحیح کا کام بھی حضرت مولانا صاحب نے محض اپنے کرم اور ہمدردی سے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ ان کے علاوہ خانہ داری کے امور بھی آپ سے جدا نہیں۔ ان سب پر مستزاد ایام الصلح جیسی کتاب کو ایرانی لباس پہنانا۔ ایام الصلح کے ترجمہ کے مشکلات کا اندازہ ناظرین کو اُس وقت ہوگا۔ جب ایام الصلح اردو میں شائع ہوگا۔ اور ترجمہ کی خوبی اس وقت معلوم ہوگی۔ جب ایام الصلح کو فارسی میں پڑھیں گے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ ہم اپنے دل میں اس امر کے اظہار کے لئے ایک خاص جوش پاتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب کی اس قدر مصروفیت پر ایام الصلح کا ترجمہ بھی ایک خاص نشان ہے۔ جو ہمارے امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ حضور ہی کی دعا کا اثر اور فیض صحبت کا نتیجہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ مولوی عبدالکریم جیسے معذور انسان سے اس قدر کام لے رہا ہے۔ ہماری دلی دعا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ مولوی صاحب کی روح القدس سے ہر آن مدد فرماوے۔ ہم نے تبلیغ کا ترجمہ بھی پڑھا ہے۔ اور خوش قسمتی سے ایام الصلح کا بھی کچھ حصہ دیکھنے میں آگیا۔ پھر ان دونوں میں جو فرق ہے۔ وہ قبل از وقت ہم ناظرین کو کن الفاظ میں بتلائیں۔ الغرض فارسی بولنے اور سمجھنے والوں کی خوش قسمتی ہے۔ کہ اُن کو بھی مائدہ سماوی سے خدا تعالیٰ نے بہرہ مند فرمایا۔ ہماری غرض اس ذکر سے صرف اس قدر تھی۔ کہ ایام الصلح تو بجائے خود ایک نشان ہی ہے۔ اور اوس کا ترجمہ بھی عظیم الشان نشان سے کم نہیں۔ مگر ان لوگوں کے لئے جو سوچنے والا دل رکھتے ہیں۔ جن کی فطرتیں سلیم اور طبیعتیں سعید ہیں۔ کجرو۔ اور کج پسند نا اہل ان باتوں کی قدر کیا سکتے ہیں۔ بالآخر ہم پھر دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ مولوی صاحب پر اپنے افضال و اکرام کی بارش کرے۔ اور ہم کو بھی ایسی توفیق دے۔ کہ ہم اوس قسم کی خدمات سے کسی قدر حصہ لے سکیں۔ جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کو دی ہے۔

سورۃ والعصر کی تفسیر از عالی جناب سیدنا و امامنا و امام المسلمین زیر ترتیب ہے مفصل اشتہار آئندہ۔ درخواستیں بنام منیجر الحکم کے نام آنی چاہیے۔

قابل غور ہے

حضرت اقدس کے مریدان صادق کی جو کتاب بطور ڈائرکٹری تالیف کرنے کا ارادہ ہم نے کیا ہے اوس کی ضرورت پر ابھی بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ کیونکہ اون خطوں کی تعداد نے جو ابھی تک ہمارے پاس نقشہ مندرجہ الحکم کی خانہ پری کے بعد وصول ہوئے ہیں ہیچ بتلایا ہے۔ کہ عام طور پر مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ اس عدم توجگی کی وجہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اور یہ بھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ اوس کی ضرورت نہیں۔ بہر حال ہمارے ناظرین اپنے حالات بھیجیں۔ تاکہ اس کی تالیف و ترتیب کا کام شروع کیا جاوے۔ ٹریکٹ سیریز میں بھی ابھی کل دو درخواستیں آئی ہیں۔ تاہم ہم مایوس نہیں۔ اور ہم کو امید ہونی چاہئیے۔ کہ انشاء اللہ ایک وقت یہ ضرورت پوری ہوگی۔

حضرت اقدس کی عمر دراز اور حضور کے مخالفوں کے حوصلے

لاہور کے مسخرہ اخبار جعفر زٹلی کے لکھے نہ پڑھے پروپرائٹر وایڈیٹر خادم قوم ملا محمد بخش نے جو خرافات اپریل فول کی دیوانگی میں سیدنا حضرت **مسیح موعود** کے دشمنوں کی تشفی کی نسبت اپنے ماتمی اور "افسوسناک حادثہ" میں کی ہیں۔ اون کے مناسب تدارک کے لئے گورنمنٹ پنجاب کو ہم **الحکم** کے غیر معمولی پرچہ مؤرخہ ۲ اپریل ۱۸۹۸ء کے ذریعہ توجہ دلا چکے ہیں۔ ہم کو اس پر مزید نوٹس لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر بعض احباب کے تشویش نما خطوط نے ہم کو مجبور کیا کہ پھر ایک بار گورنمنٹ کو توجہ دلائیں۔ سب سے پہلے تو ہم ملا محمد بخش کو اور پس پردہ بیٹھ کر شوخیاں کرنے والے معشوق کو مخاطب کرکے پوچھتے ہیں۔ کہ کیوں حضرت! **لعنت اللہ علی الکاذبین** ۔کا مورد بننے میں ابھی بھی کوئی فرق ہے۔ ناموں کے پیچھے قادری وغیرہ دم چھلے لگا لینے تو آسان ہیں۔ مگر کیا لغویت میں پڑنا اور بظاہر اپریل فول بن کر ہتک اور دل آزاری کے جرائم کا ارتکاب کرنا انسانیت اور شیوہ اسلام ہے۔ مومنوں کی شان تو ہے۔ **والذین ہم عن اللغو معرضون** لیکن کیا ایسی گندی بکواس کرنے والے اپنے آپ کو مومن کہلا سکتے ہیں۔ یہ اوس امام اور اوس کی مقدس جماعت ہی کا خاصہ ہے۔ کہ باوجودیکہ اس قدر دل آزاری کی گئی۔ لیکن کریم النفس امام نے اپنی جماعت کو قطعاً عدالتی چارہ جوئی سے روک دیا۔ جو لوگ ہمارے مخالفوں کے پنجوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے مخالفوں کے حوصلوں اور بلند پروازیوں کا اندازہ کریں۔ کہ کیا کسی ایسی شیخی پر کفرنامہ طیار ہوتے ہیں۔ کیا ایسے ہی لوگ مومن کہلانے کا حق رکھتے ہیں جو جھوٹ کی نجاست پر بڑھ بڑھ کر منہ مارتے ہیں اور عملی طور پر لعنت اللہ کو مول لیتے ہیں ۔

سیدنا مرزا صاحب خدا کے فضل وکرم سے بہمہ وجوہ **توانا و تندرست** ہیں۔ لیکن ناعاقبت اندیش مخالف افتراپردازی سے اپریل فول کی آڑ تلاش کرتا ہے۔ احمق! کیا قانون اور شرافت تجھے بری کر سکتے ہیں۔ قانون انگریزی نے کہیں اپریل فول کی بکواس اور ہتک آمیز اور فتنہ انگیز تحریروں کو مستثنےٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہو۔ تو ایک کندہ ناتراش اور شریر النفس انسان بہت کچھ خرابیاں پیدا کر سکتا ہے۔ مگر نہیں قانون نے کہیں اپریل فول کا مستثنےٰ نہیں لکھا۔ اس لئے ملا صاحب کو اور پس پردہ مخنثوں اور مستورالحال مگر چھنال عورتوں کی طرح بیٹھ کر دراندازیاں کرنے والوں کو معلوم رہے۔ کہ اپریل فول کا دیوانہ پن اون کو بچا نہیں سکتا۔ گورنمنٹ پنجاب کے نوٹس سے یہ امر باہر نہیں رہنا چاہئیے۔ کہ اس تحریر سے جو ملا محمد بخش کے افسوسناک حادثہ کے ذریعہ شائع ہوئی ہے۔ رعایا کی ایک کثیر التعداد جماعت میں بددلی اور تشویش پھیلانے کے سوا اور کوئی نیت نہیں ہے۔ کیونکہ سیدنا **مرزا صاحب مرزا غلام احمد** ایدہ اللہ کی ایک کثیر التعداد جماعت خاص لاہور میں موجود ہے۔

دوسرے افسوسناک حادثہ میں بعض اطبا رفوت شدہ کے نام بتلا رہے ہیں۔ کہ فضول بکواس ہے۔ اور حقیقت میں اپریل فول کے ذریعہ سے ہوئی پھیلائی گئی ہے۔ اس لئے امن کے لئے ایسی مشوش تحریروں کے انسداد کے لئے کافی انتظام اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اور چونکہ ملا محمد بخش محض ایک کم سواد اور نابلد محض ہے۔ نہ کوئی دنیوی وجاہت رکھتا ہے۔ نہ علم سے حصہ اس لئے یہ شرارت محض فتنہ پرداز آدمیوں کی ہے۔ اس لئے خصوصیت سے اس کی تفتیش کی ضرورت ہے۔ آخر میں ہم اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ یہ ہے۔ **لعنت اللہ** جو نابکار جھوٹوں پر پڑا کرتی ہے ۔

ما ریدالاصلاح

خاکساریم و سخن از رہ غربت گوئیم
لعلم اللہ کہ بکس نیست غبارے مارا

رسالہ الاصلاح کا چوتھا نمبر دفتر الحکم میں پہنچا۔ شکریہ سے رسید دی جاتی ہے۔ ریویو بعد ملاحظہ چند نمبر لکھیں گے۔ کیونکہ بلا نظر کامل ریویو لکھنا ریویو نویس کا کام نہیں۔ الاصلاح کے شکریہ کے عنوان میں امہات **المومنین** کے مصنف کا شکریہ دیکھ کر ہم کو افسوس ہوا۔ کہ الحق ایڈیٹر ہمک ایسی کتاب کے موصول ہونے پہ شکر گذار ہوتا ہے جس سے بجز دل آزاری اور رنجدہی کوئی دوسرا امر ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مسلمانوں کی ہمت وحمیت دربارہ جواب دیکھنا اور انتقام ایک مسلمان خواہشمند اصلاح کے لئے مناسب نہیں۔ اور ہم تو یہ چاہتے ہیں۔ کہ ایسی بیباک مصنف کا جواب گورنمنٹ کے انصاف سے دیا جاوے جسنے اوسکی چھ کروڑ رعایا کے دلوں کو عمداً رنج دیا۔ اور فتنہ انگیز کتاب چھاپ کر ایک ہزار مفت بلا درخواست بھیجی۔ امید ہے کہ مدیر اصلاح اپنی اصلاح کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ اور دوستانہ مشورہ کو بدگمانی پر حمل نہ فرمائیں گے۔

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ موسم بدل گیا۔ گرمی شروع ہوئی۔ فصلیں پک گئیں۔ الحمد للہ اچھی ہیں۔
۲۔ حضرت اقدس امامنا و امام المسلمین حضرت مرزا غلام احمد صاحب بفضلہ تعالیٰ بہمہ وجوہ تندرست اور اپنے مشن کی تبلیغ میں شب و روز مصروف ہیں۔ **ایام الصلح** تصنیف فرما رہے ہیں۔
۳۔ حضرت مخدومی مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ **ایام الصلح** کا فارسی میں ترجمہ فرما رہے ہیں علاوہ دیگر خدمات مشن کے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔
۴۔ قرآن کریم کا درس حسب دستور جاری۔ مولانا مولوی نورالدین صاحب کی سعی قابل مشکوری۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

غیر معمولی پرچہ الحکم قادیان دار الامان

مورخہ ۳ اپریل ۱۸۹۸ء یوم یکشنبہ

خطرناک جھوٹ

ایک کثیر التعداد جماعت کی دل آزاری

جلد ۲ **قابل توجہ گورنمنٹ** نمبر ۱

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن ❊ خاک ہو جائیں گے ہم تمکو خبر ہونے تک

ہمکو حیرت پر حیرت اور تعجب پر تعجب آتا ہے کہ کم بخت پیٹ اور چند روزہ زندگی کی خاطر نادان انسان لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا سخت وعید پڑھتا ہوا بھی بے دھڑک سفید جھوٹ بولنے سے شرم نہیں کرتا۔ ہماری جماعت جسکے ہم ایک فرد اور جسکے پیشوا اور امام گورنمنٹ انگلشیہ کے نسلاً بعد نسل بجان نثار دوست اور فرمان پذیر رئیس جناب مرزا غلام احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد ہیں پر سفیہہ اور نا اہل لوگ مختلف قسم کے دل آزار حملے کرتے اور ستاتے ہیں۔ اسی وجہ سے متعدد مرتبہ گورنمنٹ عالیہ کو خود ہمارے امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توجہ دلانی پڑتی ہے۔ یہ لوگ کمینہ حملے کرنے سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ لاہور کے ایک لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل ایک عام حیثیت کے آدمی مسما محمد بخش رجو کسی جعفر زٹلی نام کے اخبار کا مالک بھی کہلاتا ہے۔ اس نے حال میں ایک اشتہار "افسوسناک حادثہ" کے عنوان سے کثیر التعداد چھاپ کر شائع کیا ہے۔ جسمیں امام ہمام حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد کے دشمنوں کی وفات طاعون جیسی نامراد وایک لعنت مجسم مرض سے شائع کرکے ایک بڑی بھاری جماعت کی دل آزاری کی ہے۔ جو اشتہار اس بیباک ملانے باوجود قانون سڈیشن کے پاس ہو جانیکے شائع کیا ہے۔ ہم اسکا شائع کرنا بھی خلاف تہذیب و اخلاق سمجھتے ہیں۔ اسلئے ہم گورنمنٹ عالیہ کو توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ کہ اس خطرناک اشتہار سے ایک بڑی بھاری جماعت میں جو گورنمنٹ کے معزز عہدہ داروں اور وفادار ملازموں اور عقیدتمند کمشنروں رئیسوں اور تاجروں کی جماعت ہے سخت بددلی اور گھبراہٹ پھیلائی گئی ہے۔ جس سے نقص امن عامہ کا اندیشہ ہو سکتا ہے اسلئے ہم پر زور الفاظ میں گورنمنٹ کے حضور اسدرد دکھ اور تکلیف کا استغاثہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو ایک صریح جھوٹ اور لعنت سے بھر کر ہوئی کذب سے ہماری جماعت کو پہونچایا گیا ہے۔ عالیجناب سیدنا مرزا غلام احمد صاحب دام فیوضہم کے سلامت باکرامت ہونیکے باوجود اور خود لاہور میں حضور کے متبعین کی ایک کثیر التعداد جماعت کی موجودگی میں ایسا اشتہار اگرچہ جھوٹ سے بھرا ہوا شائع کرنا بجائے ایک جماعت کیساتھ دشمنی وعداوت کے بجائے مکیس القوم یا خدا انسان کی حیثیت عرفی کا ازالہ کرنیکا اور کیا منشا ہو سکتا ہے۔ ہم نہیں کہنا چاہتے کہ جس جماعت کی اسقدر دل آزاری کیگئی ہے اور جسکو ایسی خود تراشیدہ منحوس خبر سے رنج دیا گیا ہے۔ قانونی چارہ جوئی کرے گی۔ یا نہیں۔ لیکن اس میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ کہ اس جھوٹ کی خبث سے بھرے ہوئے اشتہار کی غرض وغایت ایک جماعت کو رنج دینا۔ اور عوام میں ان کی نسبت برے خیال پیدا کرنا۔ جو مذہبی حیثیت سے ہوں ہے۔ اس لئے ہم کو اپنے صوبہ کے عادل لفٹنٹ گورنر سے امید ہونی چاہئے۔ کہ وہ اس کا مناسب تدارک فرماویں گے جو ایسی بے باک اور جھوٹی خبریں پھیلانے والے دلیر انسان کا قرار واقعی انسداد فرماویں گے۔ بالآخر ہم عوام الناس کو یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے مخالفوں نہیں نہیں حق کے دشمنوں کی ذلت اور خواری اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔ کہ وہ جھوٹ جیسی نجاست سے پرہیز نہیں کرتے۔ **لعنۃ اللہ علی الکاذبین** ۔ تو مسلم امر ہے۔ کیا اب **حضرت اقدس عالی جناب سیدنا میرزا صاحب مسیح موعود مجدد الدہر مہدی مسعود ادام اللہ فیوضہم الی یوم الموعود کے باکرامت زندہ اور سلامت** ہوتے ہوئے ایسے اشتہاروں کا عمداً شائع کرنا۔ جو مجسم جھوٹ ہوں۔ آئت متذکرہ بالا کا مورد نہیں بناتا؟ ناظرین خود خیال فرماویں۔ یہ ہے ایک اور نشان حق اور باطل میں تمیز کر لینے والی آنکھوں کے واسطے اور شریف اور غور کرنے والی طبیعتوں کے لئے منکر آئیں۔ اور دیکھیں۔ **سیدنا مرزا صاحب** ماشاء اللہ کیسے توانا اور صحیح سلامت اپنے مخالفوں کی ذلت کے لئے ہر روز کیا ہر آن میں نئے افضال و اکرام الٰہیہ سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ بخیال ایشیائی طریق تفاؤل **حضرت اقدس** کے دشمنوں کی موت کی جھوٹی خبر حضور کی **درازی عمر** پر دال ہے۔ خدا کرے۔ کہ حضور ہزاروں سال سلامت باکرامت رہیں۔ ہم اپنے احباب کو فی الحال یہ مشورہ دینا چاہتے ہیں۔ کہ وہ حسب معمول صبر اور تحمل سے کام لیں۔ اور انتظار کریں۔ کہ خدائے علام الغیوب اور منتقم حقیقی کیا ظاہر کرتا ہے۔ اور اون کی محسن گورنمنٹ کیا تدارک کرتی ہے۔ ہمکو گورنمنٹ انگلشیہ کے انصاف وعدل سے کامل امید ہے۔ کہ وہ ہمارے درد دل کا درمان فرمائے گی۔ اور ایک کثیر التعداد جماعت کی دل شکنی کو دور کرے گی۔ اور ایک دلیر آدمی کا مناسب انتظام کرکے مرہم تسلی شکستہ دلوں پر رکھے گی۔ خدائے قادر مطلق کی درگاہ سے تو ہم کو کامل امید ہے۔

کہ وہ ایسے دلیر اور بے باک انسان کو جو خدا سے مجادلہ کرتا اور اوس کی باتوں پر ہنستا ہے خسر الدنیا والاخرہ کر کے چھوڑتا ہے۔ اور بجائے خود یہ کیا کم سزا ہے۔ کہ جھوٹ کی نجاست پر تمارا جاوے۔ اور لعنت اللہ علے الکاذبین کا مورد بن جاوے۔ یہ... خدائی لعنت جو حق کے مخالفوں کے لئے ایک تحفہ ہے۔ اور سعید فطرتوں کے لئے ایک نشان ہے ٭ بنگر ست قوم نشانہائے خداوند قدیر ٭ چشم بکشا کہ چشم نشانے است کبیر ٭

بنی نوع انسان کا سچا خدمتگذار

احقر العباد شیخ یعقوب علی تراب، ایڈیٹر الحکم قادیان

دار الامن والامان ۲۳ اپریل ۱۸۹۸ء

اخبار الحکم قیمت پیشگی مع محصول ڈاک سے سالانہ مینجر اخبار الحکم قادیان سے طلب کرو۔

(مطبع انوار احمدیہ قادیان دار الامن والامان میں چھپا)

ہم سناتے ہیں آج لعل گہر نہ رہے کوئی لاولد مضطر اعنی ہے حق میں ہر بشر کے پسر لعل و در یتیم سے بڑھ کر

اظہار بشارت

ناظرین ذی وقار جھوٹے اشتہاروں اسناد بے شمار سے کما حقہ اطمینان کر سکتے ہیں اور گندم نما جو فروش اشتہاریوں سے جو نہ طبیب ہیں نہ ڈاکٹر جان و مال کو محفوظ رکھ سکتے ہیں یہاں خیر خواہی عام اور راست بازی سے کام ہے مع سند ان بلکہ اندر شرطیہ دوا آزمائیں جو خود تجربہ کریں اور سچا سمجھو تو پیام آئیں

معیار صداقت

بلا شرطیہ معالجہ صرف قیمت دوا کا لیا جاتا ہے۔ اور شرطیہ میں قرارنامہ اسٹامپ لکھوایا جاتا ہے۔ جس کو اس پر بھی یقین نہ آوے۔ وہ مچلکہ لکھوائے اگر مراد پوری نہ ہو دوا کا خرچہ واپس بلکہ ہرجانہ و جرمانہ لو۔ صحت کے حاصل ہونے کے بعد آنو مندرجہ شرط ہاتھ سے نہ جاوے۔ فضل خداداد کی منادی عام مبارکباد دی

اس خادم الاطبا کو ۳۰ سالہ طبیہ تجربات اور فقراء کاملین و سیاحین کے خدمات سے ایسے سریع التاثیر نسخے ہاتھ آئے ہیں کہ اکسیر کا حکم رکھتے ہیں خصوصاً اولاد و فرزند نرینہ و حیات مولود و دفع اسقاط کے لئے تیر بہدف ہیں۔ اگرچہ کثرت اشتہارات نے خلق کو بدظن کر دیا۔ مگر سب خدا پنج انگشت یکساں نکرد۔ بندہ کو اس نعمت خداداد کے پوشیدہ رکھنے کا حکم نہیں۔ بزرگوں کے ارشاد سے فیض عام کا اشتہار ہے۔ کہ ادویہ تو وہی ہوں گی۔ مگر نمبر اول کم مقدور والے صرف خرچ مندرجہ سے اور (۲) تونگر عہدہ دار خرچ دو چند سے دوائیں لے جائیں۔ اور دلی مراد پائیں۔ (۳) شرطیہ پیشگی آمدنی یک ماہ علاوہ خرچ دوا دے کر رسید دستخطی لے۔ اگر میعاد مقررہ کے اندر امید برآئے۔ بندہ کا حق ہے۔ ورنہ واپس لے جائے۔ (۴) شرطیہ مابعد خرچ دوا دے کر اقرارنامہ آمد دو ماہ لکھدے۔ بہ شرط پیدائش نرینہ میعاد معینہ ادا کرے۔ ورنہ خرچ دوا بھی بذریعہ رسید واپس لے۔ (۵) زر تصفیہ شدہ فیمابین معتبر شخص کے پاس بہ رضامندی طرفین امانت رکھدیں۔ بہ شرط کامیابی بندہ پائے ورنہ واپس لیں۔ (۶) اس پر بھی اطمینان نہ ہو۔ تو مچلکہ شرطیہ لکھائیں۔ وقت تولد فرزند نرینہ آمدنی چہار ماہ واجب الوصول ہو۔ ورنہ ہرجانہ جرمانہ حسب قرارداد قبول۔ فضل خدا کی منادی ہر طرح کرا دی۔ شرطیہ اقرارنامہ سے جھوٹے اشتہاروں کی بنیاد ڈھا دی۔ اگر علاج میں شک ہو۔ تحقیق کر لو مراد پانے پر دینا کس کو گراں ہے۔ فرزند نرینہ لاکھوں سے ارزاں ہے۔ جو گھر اس لعل سے منور نہیں۔ وہ خانہ خراب ہے۔ گھر نہیں۔ سے برباد وہ شجر ہے کہ جس کا ثمر نہیں۔ گمنام وہ بشر ہے کہ جس کا پسر نہیں۔ کتاب اسناد کامل فہرست و پرچہ تشخیص لاولدی ایک ٹکٹ بھیجکر منگوائے۔ جن نا امیدوں نے زندگی دوبارہ پائی۔ اور جنکی دلی مراد برآئی ملاحظہ فرمایئے۔ تشخیص مرض کے بعد بذریعہ خط و کتابت علاج ہو سکتا ہے۔ طریق استعمال دوا و غذا پرہیز ٹکٹ ملحقہ ڈبیہ سے واضح ہوگا۔ والیان ریاست و امراء حسب منشا خود شرائط مندرجہ سے مستثنے ہیں ٭

نمبر	نام مرض	رقم پیشگی	نمبر	نام مرض	رقم پیشگی	نمبر	نام مرض	رقم پیشگی	نمبر	نام مرض	رقم پیشگی
۱	جسکی اولاد نہو	عہ	۱۰	تو لنج ددری	صہ	۱۹	لقوہ	عہ	۲۸	نل اترنا	عہ
۲	جسکے اولاد چھوٹی مرجائے	صہ	۱۱	سوزاک	صہ	۲۰	بھگندر	عا	۲۹	طول عرض و مغز کو نائم	عہ
۳	جسکا حمل ۳ و ۵ ماہ گر جاوے	صہ	۱۲	سرعت	عا	۲۱	ناسور آنکھ	عا	۳۰	خضاب سالانہ	عا
۴	جسکے لڑکیاں ہوں	صہ	۱۳	جریان	عا	۲۲	بواسیر خونی و بادی	صہ	۳۱	نزلہ و زکام	عا
۵	کمزوری	عہ	۱۴	غلط کاری	صہ	۲۳	ادھرنگ	عہ	۳۲	تسہیل ولادت	عا
۶	مرگی	صہ	۱۵	گنٹھیا	عا	۲۴	ضیق النفس	عہ	۳۳	ہیضہ مجرب المجرب	عا
۷	تپ دق	عہ	۱۶	سفیدی آنکھ	صہ	۲۵	تیپھ	صہ	۳۴	تیجاچوتھیا۔ سہ روزہ	عہ
۸	ضعف باہ	صہ	۱۷	ضعف بصر	عا	۲۶	آتشک	عہ	۳۵	ضعف ہضم	عہ
۹	ضعف جگر	عا	۱۸	مسیں	عا	۲۷	آتشک گل بدن	عہ	۳۶	سرسام	عا

ممیرے کا سرمہ

مصنفہ جناب اسسٹنٹ [illegible] صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں۔ میڈیکل کالج کے پروفیسروں۔ نامور ڈاکٹروں۔ والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے۔ کہ یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے اکسیر ہے۔ ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ پڑوال۔ غبار۔ پھولا۔ سبل۔ سرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ ناخنہ۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ بچہ سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے قیمت اس لئے کم رکھی ہے۔ کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے مبلغ عہ ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ مبلغ تین روپیہ۔ خالص ممیرے کی ماشہ بیس روپیہ بمصری سرمہ فی تولہ عہ۔ خرچ ڈاک بذمہ خریدار۔ درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں نقلی و جعلی ممیرے کے سرمہ کے اشتہاروں سے بچنا چاہئے۔ المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب۔

ان سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے؟

۱۔ میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ صاحب اہلووالیہ نے ایجاد کیا ہے بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے۔ بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے تو بمنزلہ اکسیر ہے۔ آنکھوں سے پانی کا جانا۔ دھند۔ سوزش ہر قسم جس کو عموماً آنا کہتے ہیں جلن کمزوری نظر ناخونہ بال بڑھنا اندر کی جھلی کا زخم اور ان سے پیپ کا گرنا چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیائی شے نہیں ہے اسلئے ہر کسی کیلئے استعمال مفید ہے مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹر کا ملنا مشکل ہو وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور رکھنا چاہئے۔ اسلئے میں بلاشک وشبہ شہادت دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کیلئے ممیرے کا سرمہ ضرور ہی مفید ہے۔ راقم ڈاکٹر [illegible] ایم۔ [illegible] سنگھ صاحب بہادر ایم۔ بی۔ ایم۔ ایس سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ (انگلینڈ) امرتسر۔

۲۔ میں بڑی خوشی سے ممیرے کے سرمہ کے فائدہ بخش اثر کی نسبت شہادت دیتا ہوں۔ کہ سردار میا سنگھ صاحب اہلووالیہ نے تیار کیا ہے۔ میں نے اسکا تجربہ اپنی ایک بیمار عزیزہ مریضہ مسمات اتم دیوی بعمر ۴۵ سال ساکنہ لاہور پر کیا ہے۔ مریضہ مذکور کی آنکھوں کی پلکوں میں خرد خرد دانے نکلے ہوئے اور پڑوال پڑتے تھے۔ آنکھیں عرصہ سے سرخ اور دکھتی ہوئی تھیں۔ ان میں سے کثرت سے مواد نکلتا تھا۔ اسکی بینائی میں اس قدر فرق آگیا تھا۔ کہ سوئی کا دھاگا بھی نہیں پرو سکتی تھی۔ اور ان اشیاء کو جو اس سے تین گز کے فاصلہ پر رکھی جاتی تھیں صفائی سے دیکھ نہیں سکتی تھی۔ مریضہ مذکور نے تین روز تک سرمہ کا استعمال کیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ اس نے امراض مذکورہ سے کلی صحت پائی۔

راقم خان بہادر ڈاکٹر محمد حسین خان ایل۔ ایم۔ ایس۔ اسسٹنٹ سرجن پنشنر و آنریری مجسٹریٹ لاہور سابق پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

۳۔ جناب پروفیسر میا سنگھ صاحب تسلیم بعد تعظیم۔ شاید آں جناب کو یاد ہوگا۔ کہ بندہ نے آپ سے ممیرے کا سفید سرمہ منگوایا تھا۔ جس نے جادو کا اثر دکھلایا۔ یعنی ایک دکاندار مسمی دولا مل کی آنکھوں میں پھولا پڑ گیا تھا۔ اور بسبب پتلی پر پھولے کے بہت کچھ نظر قطعاً بند ہو گئی تھی۔ لیکن قریب دس روز کے استعمال سے پھولا بدرجہ [illegible] درست ہو گیا۔ اور پتلی صاف وشفاف ہو کر نظر بدستور قائم ہو گئی ہے۔ اور مریض دعاگو ہے۔ بندہ بھی بصد شکر گذاری جوش طبیعت کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو آپ نے ایسی دوا کو اس قدر قلیل قیمت پر لگا کر خاص و عام خلق خدا پر بہت احسان اور ثواب کا کام کیا ہے۔ لہذا بندہ بخدمت ہر خاص و عام بلاتعلق تاکید کرتا ہے۔ کہ بروقت مبتلا ہونے مرض چشم خواہ کسی قسم کا مرض ہو۔ اس اکسیر بلکہ حیات چشم یعنی سرمہ ممیرہ کے استعمال کرنے کا موقعہ ہرگز ہاتھ سے نہ دیں۔ لہذا ملتمس ہوں۔ کہ دو تولہ ممیرے سرمہ بذریعہ قیمت طلب پارسل عنایت فرما دیں۔

راقم ڈاکٹر نرائن سنگھ ہاسپٹل اسسٹنٹ کوٹ گڈھ ڈسپنسری شملہ۔

۴۔ جناب من میری آنکھ میں ایک مرض ہے جس کا علاج حکماء اور ڈاکٹران لاہور مثل ڈاکٹر پیری صاحب و کیلپ وغیرہ سے کیا کچھ فائدہ نہ ہوا آپ کے سرمہ سے تخفیف ہوئی۔ اب صرف دھند اور کم طاقتی بصارت کی چشم میں ہے اور ایک تولہ مفید سرمہ بذریعہ قیمت طلب پارسل بھیجدیں۔ دستخط سردار صالح محمد خاں درانی شاہزادہ کابل خلف الرشید جناب امیر فیض محمد خاں صاحب مرحوم والی ملک ترکستان ۶ مارچ ۱۸۹۸ء

پانچ ہزار روپیہ انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب بارہ ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے۔ اس کو مبلغ پانچہزار روپیہ انعام دیا جاوے گا۔ جو لاہور کے الائنس بنک میں ۶ مارچ ۱۸۹۵ء کو جمع کیا گیا۔

شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر پروپرائٹر کے لئے انوار احمدیہ پریس قادیان میں چھپکر شائع کیا گیا

سے کسی نمبر کی شکایت نہیں۔ کیونکہ پھر مطلب سے دور جا پڑونگا۔ اور جو اصلی غرض فخر الشعرا صاحب کی اس بلند پروازی سے ہے۔ کہ اصلی بحث توفی نہ آنے پاوے۔ وہ اون کو حاصل ہو جاوے گی۔ لہذا چند سطروں میں مطلب کو ختم کرتا ہوں۔ جناب سے اون دلائل کا مطالبہ کرتا ہوں۔ جن سے بمقام کیمپ انبالہ مسئلہ توفی وغیرہ میں ساکت کیا۔ ذلیل کیا۔ اور تمام کیمپ انبالہ میں اس سکوت اور ذلت کی شہرت ہو گئی۔ ان دلائل مسکتہ کے مطالبہ کی سخت ضرورت اس وجہ سے ہے۔ کہ اول تو یہ عاجز ان براہین ساطعہ کو بسبب طول مدت اور نیز نقصان حافظہ کے بھول گیا ہے۔ علاوہ اس پر یہ ہوا۔ کہ فخر الشعرا صاحب نے باوجود اصرار و تقاضے عاجز کے قادیان میں حسب اقرار خود ان دلائل مفحمہ کو یاد نہ دلایا۔ پھر علاوہ پر علاوہ یہ ہوا۔ کہ باوجود اس ارشاد کے (کہ اگر آپ مدمقابل ٹھیرے۔ تو نے قسمت کیونکہ آپ ایک حلوائے بے دود ہیں) معہذا پھر اس حلوائے بے دود کی یہ عزت افزائی فرمائی۔ کہ مولوی صاحب (یعنے عاجز) آپ کا نمبر تمام مرزائیوں کے بعد ہو سکتا ہے۔ جب کوئی مرزائی شرائط کو قبول نکرے آپ خود جناب الاہی انصاف فرماویں۔ کہ حلوائے بے دود بھی کوئی ایسی شے ہو گئی ہے۔ کہ دس بارہ ہزار مرزائیوں کی مواکلت کے بعد اس کا تناول کیا جاوے ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اب فرمائیے۔ کہ یہ عاجز فخر الشعرا کی فتح و نصرت کے بھول جانے میں معذور ہے۔ یا نہیں۔ معاف فرمایا جاویں۔ بے اختیار زبان سے نکلتا ہے۔ کہ ؎

خوشے بدر را بہانہ بسیار +
این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

کہاں تک اسباب نسیان کے فتح و نصرت فخر الشعرا کی نسبت عرض کروں۔ اسی عنایت نامہ میں کچھ فقرے ایسے تحریر فرمائے ہیں۔ کہ عاجز ان براہین قاطعہ سے بالکل نسیا منسیا ہو گیا ہے۔ اول فقرہ رشنائت من مولوی محمد احسن مشتاق توفی در حیات السلام علیکم ہم یہ لفظ توفی کا مقابل میں لفظ حیات کے جو مولوی صاحب کے قلم فیض رقم سے نکلا ہے۔ اوس غلبہ و فتح کو جو ان کو کیمپ انبالہ میں عاجز پر حاصل ہوا۔ شائد آپ کو یاد دلا رہا ہو لیکن عاجز کو تو یہی فقرہ غلبہ و فتح کو بھلا رہا ہے۔ ماشاء اللہ آپ کی تحریر میں دونوں شاہد موجود ہیں ؎

مثنوی من چو قرآن مدل
بعض را ہادی و بعضے را مضل

اے اس مشتاق توفی کی یہ دعا ہے۔ ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار س ۴ ع ۲۰ پ ۴ آمین دوسرا فقرہ یہ ہے۔ کہ اصحیح کو تمام صدر میں دھوم مچ گئی کہ توفی کا ثبوت دیتے دیتے مولوی محمد احسن خود ہی متوفی بن گئے۔ بھلا یہ شیرانہ حملے آپ کے اوس غلبہ و فتح کو جو کیمپ انبالہ میں آپ کو حاصل ہوئے۔ اس عاجز کو کیونکر نسیاً منسیا نہ کر دیتے۔ کہ یہ عاجز تو متوفی ہی ہو گیا۔ اور مصداق اس مقولہ کا ہوا۔ کہ یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا ہ س ۱۹ ع ۲ پ ۱۶۔ غور فرمانے کی جگہ ہے۔ کہ تمام کیمپ انبالہ میں بقول آپ کے اس لفظ متوفی کی دھوم مچ گئی۔ اور آپ کو اب تک خبر نہیں۔ کہ حقیقت توفی اور متوفی کی کیا شے ہے۔ اہل بصیرت منصف کے لئے تو یہی دھوم مچ جانا ارض انبالہ میں آیات صدق و کذب کے لئے کافی و وافی ہے۔ گر ؎

نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

قال اللہ تعالے وفی الارض ایات للموقنین۔ وفی انفسکم افلا تبصرون ع ۱۷ پ ۲۶ حضرت خوب یاد رکھیں کہ جس قدر امر حق پر آپ حملے کریں گے۔ وہ سب آپ ہی پر وارد ہوں گے یاد کرو قصہ اوس شیر کو جسنے خود اپنے اوپر حملہ کر کر اپنے آپ کو ہلاک کیا ؎

حملہ بر خود میکنی اے سادہ مرد
ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

فرمائیے مولوی صاحب اب بھی فتح و نصرت کیمپ انبالہ کا قصہ آپ کو صحیح صحیح یاد آیا یا نہیں۔ مرا یاد و ترا فراموش۔ اب یہ مشتاق توفی کا پھر وہی دعا کرتا ہے۔ ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین والسلام س ۷ ع ۵ پ ۹۔ اب نتیجہ یہ عرض ہے کہ اگر آپ صادق ہیں۔ تو وہ براہین قاطعہ جو توفی کے بارے میں بمقام کیمپ انبالہ پیش کیں تھیں۔ ضرور بالضرور تحریر کر کر روانہ فرماویں۔ ورنہ یہ آپ کا دعوے فتح و غلبہ کا بالکل جھوٹ اور افترا ثابت ہو جاوے گا۔ کیونکہ امور ذیل سے بڑھ کر اس کی تکذیب کے لئے اور کیا ثبوت ہو گا۔ (۱) نہ آپ وہ دلائل قاطعہ کیمپ انبالہ کی بالفعل پیش کریں۔ (۲) نہ بوقت قیام قادیان باوجود تقاضے اور اصرار کے ان دلائل کا اعادہ فرماویں۔ (۳) نہ عاجز کے مطالبہ مندرجہ عریضہ مورخہ ۴ فروری سنہ حال کے جواب میں توفی کی بحث میں ایک حرف تک لکھیں۔ (۴) اور نہ اس عریضہ کے جواب میں باوجود تاکید حضرت مخدوم نواب صاحب بہادر کے کوئی دلیل پیش کریں۔ تو اب منصفین ہی فیصلہ کریں کہ مولوی صاحب اپنے دعوے میں صادق ہیں یا کاذب۔ اور عاجز کی طرف سے یہ بھی اجازت ہے کہ سوائے دلائل قاطعہ کیمپ انبالہ کے بنا بر ازدیاد ذلت عاجز کے اون دلائل میں جس قدر چاہیں زیادت فرماویں۔ کمی نکریں۔ بیشی کا اختیار ہے۔ تاکہ الہام آسمان و زمین کے ٹل جانے کا بھی بخوبی صادق ہو جاوے۔ زیادہ کیا عرض کروں والسلام خیر ختام۔ مورخہ ۱۵ فروری سنہ ۱۸۹۸ء محمد احسن

سید صاحب کے اس خط کا جواب ۱۳ مارچ سنہ ۹۸ء تک کچھ بھی موصول نہ ہوا۔ اور صداے برخاست کا مضمون صادق آیا۔ ہمنے سمجھ لیا تھا۔ کہ کسی کی نصیحت داروے تلخ کا کام کر گئی ہو گی۔ مگر ۱۵ مارچ کو اتفاقاً ۱۰ مارچ سنہ ۹۸ء کا لکھا ہوا خط ملا جس سے معلوم ہوا۔ کہ بچپن کی بگڑی ہوئی عادتوں کا علاج کچھ نہیں۔ جسمیں وہی بازاری گفتگو اور بھٹیاریوں کا سا اسلوب و لہجہ استعمال کیا گیا ہے۔ ہمارے مخدوم سید محمد احسن صاحب ایسی خرافات کا جواب تک دینا بھی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہم مولوی صاحب کے اس خط کی طرف متوجہ ہونگے۔ جو اوس کی اندرونی حالت کا چربہ ہے۔ کیونکہ بمصداق مثل مشہورہ کل اناء یترشح بما فیہ وہ خط بالکل اُن کی باطنی اور قلبی حالت کا ایک فوٹو ہے۔ گو ہم خود بھی نہ چاہتے تھے کہ ایسے خطوط کا جواب دینے کی طرف متوجہ ہوں۔ جو ایک سرسری نظر سے اگر دیکھے جائیں۔ تو بہت ہی کچھ قابل اعتراض ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ میاں عبداللہ کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں۔ کہ بس اُن کی تحریروں کا کوئی جواب ہی نہیں دے سکتا۔ اور تعلیں بجاتے ہوئے اچھلکر اچھلکر میدان مارنے والے سورمے بن بیٹھیں اس لئے ضروری ہوا۔ کہ ریمارکس کے دھیپر اور منتر سے اُن کی کسی قدر خدمت کی جاوے۔ اس لئے ہفتہ آئندہ میں اُن کے خط پر ریمارک کئے جائیں گے۔ اور آئندہ کے لئے یہ سلسلہ بند کیا جاوے گا۔ اور پھر ایسی تحریروں پر مطلق التفات نہ کی جاوے گی۔

ہمارے ناظرین اس خط کو جو ہمارے مخدوم سید مولانا مولوی محمد احسن صاحب نے میاں عبداللہ کے نام مشتمل بر مطالبات خود لکھا ہے۔ اور جو اوپر درج ہے۔ پڑھ کر اندازہ کر لیں گے۔ کہ کس قدر رفق اور ملائمت سے بطریق موعظہ حسنہ لکھا گیا ہے۔ لیکن جو جواب دیا گیا ہے۔ وہ ایک عالم کی شان نہیں۔ بہرحال ہم اگلے اشو میں میاں عبداللہ کا سورماپن کھول کر دکھا دیں گے۔ اور اس پر بھی تسلی نہ ہوگی۔ تو اور آگے کر دیں گے۔

ایک مسلمان اور ایک عیسائی میں دوستانہ اور محققانہ گفتگو

جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی کیفیت جو ذیل میں درج ہے آپ براہ مہربانی اپنے قیمتی اخبار کے ذریعہ سے ناظرین کریں۔ میں صرف اس گفتگو میں فریقین کے دلائل کو سنتا اور جانچتا تھا چونکہ مجھے فریقین کی دوستانہ گفتگو سے بڑا بھاری اور عمدہ سبق ملا ہے یعنے یہ کہ بات فورًا طے ہو جاتی ہے۔ اور فریقین میں امر متنازعہ فیہ میں اتفاق ہو جاتا ہے اگر دنیا کے مناظرین اور مباحثین بھی مناظروں اور مباحثوں میں یہی دوستانہ طریق مرعی رکھیں تو میرے خیال میں ہزارہا امور متنازعہ فیہا جھٹ پٹ طے ہوتے جاویں گفتگو کے درج کرنے سے پہلے میرا فرض ہے۔ کہ میں آپ کو اس گفتگو کے محرک سے آگاہ کردوں۔ بخاری شریف میں ایک حدیث نحن الآخرون السابقون الحدیث ہے۔ اوس کا مطلب یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ گو یا ہم تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد میں ہوئے ہیں۔ مگر قیامت کے روز سب سے پہلے جنت میں ہم ہی جاویں گے۔ ان کو توریت اور انجیل کتابیں پہلے دی گئیں۔ ہم کو قرآن کریم پیچھے ملا۔ یہی جمعہ کا دن ہے۔ جو در حقیقت خداوند تعالے نے ایام سبعہ میں سے منتخب کیا ہوا ہے۔ اور اس دن کی تلاش کرنے کے لئے انبیاء کو حکم دیا گیا تھا مگر انہوں نے جمعہ کو تو چھوا تک نہیں۔ اور اور دنوں کو پسند کر لیا۔ اللہ تعالے نے آپ ہم کو اس دن کا نشان اور پتہ دیدیا۔ غرض یہ ہے کہ اس حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہود اور نصارے نے اپنی اپنی مرضی سے ہفتہ اور اتوار کو منتخب کر لیا ہوا ہے۔ خداوند تعالے نے کوئی صریح حکم ان دنوں کی مخصوص العبادت کرنیکے لئے نہیں دیا۔ مگر جب کبھی کسی عیسائی سے دریافت کیا گیا تو یہی سنا۔ کہ اپنی مرضی سے نہیں۔ بلکہ خدا کے حکم سے یہ دن مقرر کئے گئے تھے۔ تس پر جب اُن سے دریافت ہوا۔ کہ حکم نکال کر دکھاؤ۔ تو ہمیشہ ٹال مٹول ہی سنتے رہے۔ بائیبل کو خوب غور سے پڑھا کہیں سے بھی صریح حکم تو رہا درکنار۔ کوئی اشارۃً یا کنایۃً یا دلالۃً بھی نہ نکلا۔ بالآخر ایک فرنگی پادری صاحب سے جو اس ملک میں غالبًا ۸۰ سال سے زیادہ بائیبل کی تعلیم کر رہے ہیں۔ اور اپنی منصب کے موافق سینکڑوں پادری صاحبان سے اخلاق کے رو سے اشرف و افضل ہیں۔ یہ بات ٹھہری۔ کہ آپ سے ہم کچھ باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کچھ وقت مقرر فرماویں۔ انہوں نے نہایت مہربانی سے ایک دن اور وقت مقرر فرمایا۔ غرضکہ وقت مقرر پر محمدی صاحب جنکی کنیت ابو المسیح ہے۔ اون مسیحی صاحب کی کوٹھی پر گئے اور مجھے بطور ناظر اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں پہونچکر دیکھا کہ اون بزرگ کے پاس ایک اور دیسی پادری صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ غرضکہ دو مسیحی صاحبان تھے۔ اور دو ہی محمدی صاحبان تھے۔ مسیحی صاحبان میں سے اصل مخاطب صرف فرنگی صاحب ہی تھے البتہ دیسی صاحب بھی ان کو وقتاً فوقتاً مدد دیتے تھے۔ اور میں صرف اس گفتگو کا سامع اور راوی ہوں۔ قبل اس کے کہ محمدی صاحب نے اپنے اصل مطلب کا اظہار کیا۔ پادری صاحب نے خود بخود اس طرح پر سلسلہ گفتگو شروع کر دیا۔

مسیحی۔ کل ایک مولوی صاحب کو عرصہ تک کلمۃ کے معنے سمجھاتا رہا۔ مگر وہ نہیں سمجھ سکا۔

ابو المسیح۔ آپ نے قرآنی لفظوں کے سمجھانے کی تکلیف کیوں کی؟ پھر خاص کر کسی مولوی کو۔ اگر وہ مولوی تھا تو اوس کو آپ سے سمجھنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر اُس کو ضرورت تھی۔ تو وہ مولوی نہیں تھا۔

مسیحی خیر آپ ہی سمجھ لیویں۔

ابو المسیح مجھے ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں اُس کے معنی خود جانتا ہوں۔

مسیحی خیر بھلا کلمہ کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ جو لفظ بامعنے انسان زبان سے نکالے یعنے اپنا مطلب ظاہر کرے۔ وہ کلمہ یا کلام ہے۔ پس کلمہ اور کلام ایک ہی چیز ہے۔ اور انجیل میں لکھا ہے۔ کہ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ گویا قرآن اور انجیل دونوں سے ثابت کہ مسیح خدا کا کلام یعنے خود خدا ہے۔

ابو المسیح۔ ہاں گرامر یعنے علم صرف میں کلمہ کی یہی تعریف ہے۔ کہ لفظ بامعنے کو کلمہ کہتے ہیں۔ اور پھر اوس میں اس کی فارسی عربی میں تین قسمیں اسم و فعل و حرف ہیں۔ اور انگریزی میں نو قسمیں ناؤن۔ پرناؤن وغیرہ۔ پس مسیح چونکہ کلمہ ہیں جس کی تعریف آپ نے بیان کی ہے۔ اور پھر کلمہ کی تین یا نو قسمیں ہیں۔ اب آپ مہربانی کرکے بتادیں۔ کہ مسیح اسم ہے۔ یا فعل ہے۔ یا حرف۔ یا آپ کی بولی کے مطابق وہ ناؤن ہیں۔ یا پرناؤن یا ورب ہیں۔ یا آرٹیکل۔

مسیحی واہ صاحب واہ آپ نے تو خوب کلمہ کے معنے بیان کئے ہیں۔

ابو المسیح آپ کی تعریف کے مطابق۔

مسیحی اچھا پھر آپ ہی فرماویں۔ کہ کلمۃ جو قرآن میں مسیح کی تعریف میں بیان ہوا ہے۔ اس کے کیا معنے ہیں؟

ابو المسیح پہلے یہ فیصلہ کر لیویں۔ کہ آیا میں نے جو آپ کو پہلے کہا تھا۔ کہ آپ قرآن شریف سمجھانے کی تکلیف نہ اوٹھاویں اور نہ کچھ ضرورت ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ یا غلط۔

مسیحی درست ہے۔ مگر آپ معنے سمجھا دیویں۔

ابو المسیح۔ آج میں آپ سے چند امور متعلق بائیبل پوچھنے آیا ہوں اگرچہ میں نے انگریزی اور اردو میں بائیبل کو پڑھا ہے۔ اور میں اوسکو خوب سمجھتا ہوں۔ مگر پھر بھی انصاف اجازت نہیں دیتا کہ میں خود بخود تو مان نہ مان میں تیرا مہمان کا مصداق بن کر آپ سے آپ بائیبل کا مطلب پڑا بیان کروں۔ اور بائیبل کے معتقدوں سے دریافت نہ کروں اسی طرح آپ کا فرض ہے۔ کہ آپ اپنی مرضی سے قرآن مجید کے معنے خود بخود نہ گھڑ لیا کریں بلکہ اس کے حامیوں اور معتقدوں سے پوچھ لیا کریں۔ اگر وہ آپکا سا مطلب بیان کریں۔ تو پھر آپ اگر کچھ اعتراض کرنا چاہیں۔ تو بیشک کریں۔

مسیحی ۔ واقعی درست ہے۔ آپ اس کے معنے فرماویں۔

ابو المسیح۔ بہت اچھا سنئے۔ کلمہ کی جمع آپ جانتے ہیں کیا ہے۔

مسیحی آپ فرماویں۔

ابو المسیح ۔ اسکی جمع ہے۔ کلمات۔ آپ نے کبھی یہ آیت سنی ہے۔ ما نفدت کلمات اللہ پ ۲۱۔

مسیحی نہیں۔ آپ اسکے معنے بھی بتادیں۔

ابو المسیح ۔ اس کے معنے ہیں۔ کہ اللہ تعالے کے کلمات (کلمہ کی جمع) کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ یعنے اللہ تعالے کی مخلوق کی کوئی گنتی نہیں ہے۔ ہر ایک چیز جو اللہ تعالے نے پیدا کی ہے۔ وہ اوس کا کلمہ ہے جیسے یہ درخت یہ میز یہ کرسی یہ زمین یہ آسمان وغیرہ وغیرہ۔ اب کلمۃ کے معنے یہ ہوئے۔ کہ حضرت مسیح ؑ جن کو نصارے خدا کا بیٹا یا خود خدا سمجھ بیٹھے ہیں۔ وہ تو ہماری دیگر مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہے۔ یعنے مخلوق ہونے کے لحاظ سے جیسا درخت وغیرہ ہے ویسا ہی مسیح ؑ ہے۔ خالق ان دونوں کا صرف ذات باری ہے۔ اور بس۔ پس قرآن کریم مسیح ؑ کو نہ خدا کہتا ہے۔ اور نہ خدا کا بیٹا۔ بلکہ صرف دیگر

مخلوقات کی طرح ایک مخلوق اور اس کی تفسیر اور تشریح قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ ہے۔ آپ اگر چاہیں تو وہ جگہیں سناویں۔

مسیحی ۔ خوب آپ نے بھی غضب ڈھا دیا۔ کلمۃ اللہ کے معنے خود کر دیئے۔

ابوالمسیح میں نے کوئی معنے اپنی طرف سے نہیں کئے۔ خود قرآن کریم نے کر دیئے ہیں۔

مسیحی ۔ مگر قرآن کے اردو ترجمہ میں کلمہ کے معنی حکم لکھا ہے۔

ابوالمسیح ایک ہی بات ہے۔ خداوند تعالےٰ نے ہر ایک چیز کو کلمہ کُن کے حکم سے پیدا کیا ہے۔ یعنے جس چیز کو کہا کہ تو ہو جا۔ بس وہ وہیں ہو گئی۔ مسیح علیہ السلام بھی خدا کا کلمہ یعنے کُن کے کہنے سے پیدا ہو گئے۔ خداوند تعالےٰ نے اُس کو کہا کہ اے مسیح تو پیدا ہو جا۔ بس وہ وہیں ہو گیا۔ مگر آپ ترجمہ نہ پڑھا کریں۔

مسیحی ۔ واہ جی واہ۔ ہم ترجمہ کیوں نہ پڑھا کریں۔ اگر ترجمہ نہ پڑھیں۔ تو مطلب کیسے سمجھیں۔

ابوالمسیح ۔ ترجمہ آدھی تحریف ہوتا ہے۔ مسلمان ترجموں کے سخت دشمن ہیں۔ مطلب سمجھنے کے لئے ترجمہ کافی نہیں ہوتا۔

مسیحی واہ جی واہ! تحریف کیسی ہوتی ہے۔

ابوالمسیح ۔ جو کچھ مفہوم ایک زبان کے لفظ میں ہوتا ہے۔ وہ دوسری زبان کے لفظ میں ملنا بہت ہی مشکل ہے۔ بلکہ بعض وقت محال ہو جاتا ہے۔

مسیحی ۔ یہ سب درست مگر ہم مطلب کیسے سمجھیں۔

ابوالمسیح ۔ اصل زبان میں مہارت پیدا کرو۔

مسیحی ۔ پھر بھی تو ترجمہ کرنا پڑے گا۔

ابوالمسیح ۔ نہیں تفسیر و تشریح کرنی پڑیگی۔ سُوکھے ترجمہ سے کام نہیں نکل سکتا۔

مسیحی جو اصل زبان نہ پڑھ سکیں۔

ابوالمسیح ۔ وہ چپکے بیٹھے رہیں۔ اگر نہیں بیٹھ سکتے۔ تو جو اصل زبان سے ماہر اور اوس اصل کتاب کے حامی ہیں اُن سے دریافت کیا جاوے۔

مسیحی درست ہے جب تک اصل زبان نہ پڑھی جاوے مزہ نہیں آتا۔

ابوالمسیح ۔ آپ لوگوں کے پاس اصل بائیبل ہے۔ یا اُس کے ترجمے۔

مسیحی اصل بھی موجود ہے۔ اور ترجمے بھی موجود ہیں۔

ابوالمسیح ۔ سب عیسائیوں کے پاس اصل انجیل موجود ہے۔ اور سب عیسائی اوس کو سمجھتے۔ اور اوس کی تلاوت کرتے ہیں۔؟

مسیحی نہیں۔ اور نہ یہہ ہو سکتا ہے! اور نہ ضرورت ہے۔ صرف جو علما ہیں وہی اصل زبان سے واقف ہیں۔

ابوالمسیح کیا میں اس بات کے کہنے کا مستحق ہوں کہ بجز معدودے چند عیسائیوں کے کسی کے پاس خدا کا کلام نہیں ہے۔

مسیحی یہ کیسے۔

ابوالمسیح اس لئے کہ آپ لوگوں کے پاس صرف ترجمے ہوتے ہیں۔ اور ابھی ثابت اور مسلم ہو چکا ہے۔ کہ ترجمے حقیقت میں معنوی تحریف ہوتی ہیں۔

مسیحی ہم تو اصل اور ترجموں سب کو خدا کا کلام کہتے ہیں اگر ترجمہ ہے۔ تو بھی وہ خدا کا کلام ہے۔ اور اگر اصل ہے۔ تو بھی وہ خدا کا کلام ہے۔ یعنے خدا کی مرضی نہ کہ خدا اپنی زبان سے کچھ بولتا ہے۔ الفاظ۔

ابوالمسیح اصل و ترجمہ میں بڑا بھاری فرق ہو جاتا ہے ابھی ہم اوپر تسلیم کر چکے ہیں آپ مانتے ہیں۔ یا نہیں۔

مسیحی بے شک وہ ٹھیک ہے۔ میں بھی مانتا ہوں

ابوالمسیح دونوں میں جب فرق ہوتا ہے۔ تو پھر آپ دونوں کو کیوں ایک منصب دیتے ہیں۔ اگر دونوں کا ایک ہی منصب ہے۔ تو پھر ہمارا مسلّم شدہ قاعدہ فضول ہے۔

مسیحی ۔ ہاں اتنا تو درست ہے۔ کہ اصل کے برابر ترجمہ نہیں ہو سکتا۔

ابوالمسیح ۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دونوں خدا کا کلام ہیں۔ یعنے دو نو امر جو آپس میں برابر نہیں ہیں۔ اور نہ ہو سکتے ہیں۔ خدا کا کلام ہیں۔ اور اگر وہ دونوں ہی خدا کا کلام ہیں۔ تو دونو میں مساوات ضروری ہے خلاصہ یہ کہ آپ فرماتے ہیں۔ دونو نابرابر آپس میں برابر ہیں۔

مسیحی ۔ نہیں نہیں۔ ہماری یہ مراد نہیں ہے۔ ہمارا مطلب صرف اتنا ہے۔ کہ دونو اصل اور ترجمہ سے خدا کی مرضی پوری پوری ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس اس لحاظ سے دونوں خدا کا کلام ہیں۔

ابوالمسیح پھر بھی وہی بات رہی۔ جب پوری پوری مرضی اصل سے بھی معلوم ہو چکی اور ترجمہ سے بھی تو اسکے یہی معنے ہوئے۔ کہ دونو خدا کے کلام ہیں اور دونو آپس میں مساوی ہیں۔ حالانکہ ابھی آپ مان چکے ہیں۔ کہ اصل اور ترجمہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے۔

مسیحی ۔ سچ ہے۔ خیر بات یہہ ہے کہ اصل اصل ہے اور ترجمہ اصل نہیں ہے۔ آپ ترجمہ کا ذکر جانے دیں۔ اصل ہمارے پاس موجود ہے۔

ابوالمسیح جس قدر عیسائی روئے زمین پر موجود ہیں۔ مثلاً امریکہ میں یورپ میں انڈیا میں کیا یہ سب یونانی اور عبرانی سے پوری پوری واقفیت رکھتے ہیں۔

مسیحی پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ صرف علماء۔

ابوالمسیح ۔ علماء سے آپ کی کیا مراد ہے۔ کیا صرف دینی علماء یا فلاسفران۔

مسیحی ۔ صرف علماء دین۔

ابوالمسیح ۔ علماء دین عیسوی جو اصل زبان یونانی اور عبرانی جانتے ہیں۔ اون کی تعداد بمقابلہ دیگر خوانندہ عیسائیوں کے کس قدر ہے۔

مسیحی بہت تھوڑی۔

ابوالمسیح ۔ جو یونانی یا عبرانی نہیں سمجھتے۔ وہ بائبل کو نہیں پڑھتے

مسیحی ضرور پڑھتے ہیں۔ مگر یونانی عبرانی کی ضرورت ہی کیا ہے۔

ابوالمسیح ضرورت تو ابھی اوپر ثابت ہو چکی ہے کہ نرا ترجمہ تحریف معنوی کے برابر ہوتا ہے۔ مگر آپ فرماتے ہیں۔ وہ سب پڑھتے اور عمل کرتے اور اپنا مطلب برآری کر لیتے ہیں۔

مسیحی ہاں بے شک۔

ابوالمسیح ۔ بھلا اب تو میں اس بات کے کہنے کا مستحق ہوں کہ باستثناء معدودے چند کل دنیا کے عیسائیوں کے پاس خدا کا کلام نہیں ہے۔

مسیحی سب کے پاس خدا کا کلام ہے۔ جی کچھ پرواہ نہیں خواہ وہ اصل زبان میں ہو۔ خواہ غیر زبان میں کیونکہ دونوں سے خدا کی مرضی ظاہر ہوتی ہے۔ اور خدا کے کلام کا مقصود بھی یہی ہے۔ وبس۔

ابوالمسیح کیا ابھی ہم اور آپ نہیں مان چکے کہ اصل اور ترجمہ میں بڑا بھاری فرق ہوتا ہے۔

مسیحی ۔ ہاں مان چکا ہوں۔ مگر مرضی خدا دونو طرح سے معلوم ہو جاتی ہے۔

ابوالمسیح بس اس بات کو اور زیادہ صاف کرنا چاہتا ہوں میرے خیال میں دونو طرح سے مرضی پورے پورے طور پر ظاہر نہیں ہو سکتی

مسیحی ۔ فرمائیے۔

ابوالمسیح ۔ ابھی آپ نے ایک آیت پڑھی تھی ابتدا میں

کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا

مسیحی ہاں۔

ابوالمسیح - آپ تو یونانی خوب جانتے ہیں۔

مسیحی - ہاں۔

ابوالمسیح - اس آیت میں کلام کس یونانی لفظ کا ترجمہ ہے

مسیحی - اصل لفظ لوگس ہے۔

ابوالمسیح - یہہ لفظ خدا کا بولا ہوا لفظ ہے۔

مسیحی نہیں میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ خدا کے کلام کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ کلام خدا کے بولے ہوئے الفاظ ہوں۔

ابوالمسیح پھر وہ کلام کس طرح بن گیا۔

مسیحی خداوند تعالےٰ اپنی مرضی نبی پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ پھر اوس مرضی کو سمجھ کر اپنے لفظوں میں ظاہر کرتا ہے پس یہی لفظ خدا کا کلام ہیں۔

ابوالمسیح - تو اس طرح وہ کلام کلام نبی ہوا۔ نہ کہ کلام خدا اور نہ اوس سے خدا تعالےٰ کی مرضی پورے طور پر ظاہر ہو سکتی ہے۔

مسیحی - یہ بڑی گستاخی ہے۔ کہ ہم خدا کی نسبت کہیں۔ کہ وہ بھی بولتا ہے۔ جس طرح وہ چاہتا ہے۔ اپنی مرضی نبی پر ظاہر کرتا ہے۔ پھر وہ اوس مرضی کو لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ یعنی عبارت میں۔

ابوالمسیح - میرا سوال یہ ہے۔ کہ ایسا کلام کلام الٰہی نہیں کہلا سکتا۔ صرف نبی کا کلام کہلا سکتا ہے اور نہ نبی کلام مرضی خدا کو پوری طرح پیدا نہیں کر سکتا۔

مسیحی یہ عجیب فہم ہے آپ اسکی کچھہ تشریح کریں۔

ابوالمسیح غور سے سنیں میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ آپ صفات الٰہی کو صفات کمال مانتے ہیں یا نہیں۔

مسیحی کیوں نہیں مانتا ہوں۔

ابوالمسیح خدا کا علم۔ خبر۔ حکمت وغیرہ وغیرہ صفات کمال ہیں۔

مسیحی - ہاں بیشک۔

ابوالمسیح خدا کے علم و حکمت کی وسعت کا کوئی احاطہ کر سکتا ہے۔

مسیحی - کوئی نہیں کر سکتا۔ محال ہے۔

ابوالمسیح نبی اپنے زمانہ کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ علم ہوتا ہے۔ یا نہیں۔

مسیحی - بیشک ہوتا ہے۔ اوس سے بڑھ کر کوئی اور ہو نہیں سکتا۔

ابوالمسیح کیا نبی خدا کے علم و حکمت کا احاطہ کر سکتا ہے۔

مسیحی - نہیں وہ بھی نہیں۔

ابوالمسیح - خدا کی مرضی میں خدا کا علم اور خدا کی حکمت اور دیگر صفات کمال شامل ہوتے ہیں یا نہیں۔

مسیحی بیشک ضرور ہوتے ہیں۔

ابوالمسیح - خدا کی مرضی جسمیں صفات کمال الٰہی شامل ہوتے ہیں۔ اوس کے لا انتہا حکم و لطائف اور اسرار کا احاطہ نبی کر سکتا ہے۔

مسیحی - واقعی نہیں۔

ابوالمسیح - خدا کی مرضی کا جب وہ احاطہ نہیں کر سکتا۔ تو اوسکی وسعت کو کس طرح وہ اپنے لفظوں میں پورا پورا بیان کر سکتا ہے۔

مسیحی ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔

ابوالمسیح خداوند تعالےٰ کا اپنی مرضی کو ظاہر کرنا ضروری ہے؟

مسیحی بڑا ضروری۔

ابوالمسیح - جب اُس کی مرضی کا ظاہر ہونا بڑا ضروری ہے۔ اور اوسکی مرضی کا احاطہ نبی بھی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ اوس کے ظاہر کرنے کے لئے اپنی طرف سے کوئی لفظ بھی نہیں بنا سکتا۔ اور آپ خدا تعالےٰ بول نہیں سکتے بلکہ اوس کی نسبت ایسا خیال کرنا بے ادبی اور گستاخی ہے۔ تو اب انسان بیچارہ کیا کرے۔ کیا ضروری نہیں ہے کہ اپنی مرضی کو ظاہر کرنے کے لئے خود خدا تعالےٰ آپ کوئی ایسے لفظ بولے یا بولتے جو اوسکی مرضی کی وسعت کے لئے حاوی ہوں۔

مسیحی - ہاں بیشک ضروری ہے۔

ابوالمسیح بس اب تو معلوم ہو گیا کہ خدا کے کلام کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ لفظ خود خدا تعالےٰ کے بولے ہوئے ہیں

مسیحی - ہاں۔

ابوالمسیح آپ نے فرمایا تھا کہ جس یونانی لفظ کا ترجمہ کلام کیا گیا تھا۔ وہ لوگس ہے۔

مسیحی - ہاں

ابوالمسیح - لوگس خدا کا کلام ہے۔ یعنی خدا نے آپ بولا اور نبی کو حکم دیا۔ کہ ایسا بول۔

مسیحی - ہاں۔

ابوالمسیح - نبی اپنی نبوت کے منصب کے لحاظ سے جہاں تک وہ اس لفظ کی وسعت معانی کا احاطہ کر سکتا تھا کیا اوس کے برابر کوئی اور شخص بھی خواہ اوس کا کیسا ہی مقرب اور مخلص کیوں نہ ہو احاطہ کر سکتا تھا۔

مسیحی نہیں۔

ابوالمسیح کیا وہ مترجم یا وہ کمیٹی مترجمین جس نے لوگس کا ترجمہ کلام کیا ہے۔ اوس کے خیال میں لفظ کلام اوس وسعت معانی کے لئے حاوی ہے۔ جو لوگس کے لفظ میں ہے۔

مسیحی نہیں

ابوالمسیح - آپ یونانی جانتے ہیں۔ آپ ہی بتا دیں۔ کہ لوگس کے کل مفہوم ٹھیک ٹھیک طور پر لفظ کلام کے اندر آ گئے ہیں۔

مسیحی نہیں۔ پانچ چھ اس کے مفہوم مجھے بھی یاد ہیں ان میں سے صرف ایک مفہوم کلام بھی ہے۔

ابوالمسیح تو بس آپ کے کلام کے مطابق بھی کلام صرف ۱/۵ یا ۱/۶ حصہ کل مفاہیم لوگس ہوا۔ باقی ہم یا ۵ مفاہیم کدھر گئے۔

مسیحی ہاں ترجمہ میں یہ بڑی مشکل بات ہے۔ کہ ایک زبان کے لفظ کے کل مفہوم دوسری زبان کے لفظ میں پورے پورے طور پر آ سکیں۔

ابوالمسیح - مسلمانوں کا یہ کہنا کہ نرا ترجمہ کرنا۔ اور تحریف معنوی دونوں ایک ہی بات ہیں۔ درست ہے یا نہیں۔

مسیحی ہاں اس لحاظ سے تو وہ درست کہتے ہیں۔

ابوالمسیح کیا ترجمہ اور اصل یہ دونوں کا مساوی درجہ ہو سکتا ہے۔

مسیحی - نہیں ہو سکتا آگے بھی بیان ہو چکا ہے۔

ابوالمسیح کیا ترجمہ کو خدا کا کلام کہہ سکتے ہیں۔

مسیحی واقعی نہیں کہہ سکتے۔

ابوالمسیح کیا ترجمہ اور اصل سے پورے پورے طور پر خدا کی مرضی ظاہر ہو سکتی ہے۔

مسیحی - نہیں۔

ابوالمسیح اب تو میں اس بات کے کہنے کا مجاز ہوں کہ عیسائیوں کے پاس خدا کا کلام نہیں ہے کیونکہ ان کے پاس صرف ترجمے ہی ترجمے ہیں۔ اور جن کے پاس اصل ہے بھی وہ کان لم یکن کا حکم رکھتے ہیں۔

مسیحی اس طرح اگر تدقیق کرو گے۔ تو بہ مشکل کوئی کتاب خدا کا کلام ثابت ہو سکے گی۔

ابوالمسیح مسلمان جو یہ کہتے ہیں کہ نرا ترجمہ تحریف معنوی ہوتا ہے

مکاتیب دلچسپ

مندرجہ ذیل خطوط جناب مولانا مولوی نورالدین صاحب سلمہ ربہ نے ہمارے مکرم مہربان منشی اللہ داد کلرک شاہ پور کے نام لکھے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند۔ یہاں سے کوچ کرنا ضروری ہے۔ اب تک یہاں کون رہا۔ اور آئندہ کون رہے گا۔ ہاں دنیا آخرت کے لئے ایک کھیت کی طرح ہے۔ اس میں اپنے مولیٰ کے احکام کی تعمیل اور تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر رحم کر لو یہ غنیمت ہے۔ تعظیم امر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے لئے جس قانون پر عمل درآمد کرنا چاہئے۔ اُس کا نام قرآن شریف ہے۔ پھر اس پر توجہ۔ فکر۔ غور کرو۔ اور اُس پر عملدرآمد کو اختیار کر لو۔ والسلام

۲۱ دسمبر ۱۸۹۵ء دستخط نورالدین از قادیان

(۲) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ الحمد شریف بکثرت پڑھیں۔ اور درود شریف کو بہت پڑھا کریں۔ اور پھر قرآن شریف کو بغرض عملدرآمد پڑھا کریں۔ اور دعا مانگنے کی عادت ڈالیں۔ دعاؤں میں الحمد شریف بے نظیر دُعا ہے۔ میں رمضان کے بعد قادیان جاؤں گا۔ والسلام ۲۸ فروری ۱۸۹۶ء

دستخط نورالدین۔

(۳) السلام علیکم۔ کیسے خوش قسمت ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے فعل پر ہر طرح راضی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال میں حکمت رحمت فضل اور انسان کی اصلاح مدنظر رہتی ہے۔ قبولیت کا تذکرہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر تکبر ہوگا تو جہنم ٹھکانا ہے۔ اور صبر کے موقع پر وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اضطراب مت کرو۔ دعا کی جاتی ہے۔ اور پیارا مولیٰ رحیم کریم و مالک ہے۔ والسلام دستخط نورالدین از قادیان ۶ جون ۱۸۹۷ء

(۴) منجانب حضرت اقدس امام الزمان جناب مرزا صاحب سلمہ ربہ۔ بنام خاکسار اللہ داد عفی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ السلام علیکم

صادق آن باشد کہ ایام بلا
مے گذارد با محبت با وفا

ہر ایک مرضی الٰہی پر صبر کرنا اور اپنے مولیٰ سے کامل تعلق اور گاڑھا پیوند کرنا چاہئے۔ اور مخالفین کی کوئی پرواہ نہ کرنی چاہئے متوکل علی اللہ رہنا چاہئے۔ درود استغفار تلاوت کلام مجید میں لگے رہنا بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ وہ وقت لاتا ہے۔ کہ مخالف روسیاہ اور موافق مسرور و سرخرو ہونگے آپ کے واسطے دعا کی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ ہر بلا سے نجات دیوے۔ از کاتب سراج الحق نعمانی السلام علیکم۔

بحکم حضور امام الزمان از قادیان

خدا کرے ایسا ہی ہو۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلے علے رسولہ الکریم

مکرمی و مخدومی جناب شیخ صاحب زاد لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحکم نمبر ۳ دسمبر ملا موجب ہدایت ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ یہ اخبار دن بدن اپنی رحمتوں اور برکتوں کے ذریعہ سے بہت سے دلوں کے۔ واسطے راستی کی طرف آنے اور استقامت پکڑنے کا موجب ہو رہا ہے۔ اور اس میں آپ نے ایک قابل رشک خدمت کو اٹھایا ہے۔ فایدکم اللہ بنصرہ و تائیدہ۔ پرچوں کا دیر سے نکلنا۔ یہ کوئی قابل شکایت امر نہیں۔ ابتدا میں ایسا ہوا کرتا ہے۔ اور اُس کے بیش قیمت مضامین تمام دیری کا معاوضہ ہو جاتے ہیں۔ آپ ہمت کو مضبوط رکھیں۔ چند روز ہوئے۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ الحکم میری میز پر پڑا ہے۔ گویا ڈاک والا کوئی چھوڑ گیا ہے۔ اُس پر سبز ورق ہے جب میں نے اُس کو اُٹھایا اور کھولا۔ تو وہ ایک بڑے لمبے چوڑے کاغذ پر سول ملٹری کی طرح ایک ضخیم اخبار ہے۔ اور نہایت خوشخط اور خوشنما ٹائپ کا چھپا ہوا اردو میں ہے۔

فالحمد للہ علے ذلک۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ امام وقت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے آپ کی نیک نیتی اور خدمت دین کا جوش بہت جلد اپنا پھل دکھائینگے میں بسبب مصروفیت امتحان اس سے پہلے آپ کو اپنا خواب نہیں لکھ سکا۔

رقیمہ نیاز۔ محمد صادق لاہور ۲۸ مارچ ۱۸۹۸ء

ٹریکٹ سیریز

اس امر کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً ایسے ٹریکٹ شائع ہوں۔ جس سے حضرت اقدس سیدنا میرزا صاحب کے مشن کی تبلیغ ہو۔ اور اسلام کی خوبیاں ظاہر ہوں۔ چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہم نے یہ التزام کیا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں دلچسپ نظمیں (جو صداقت اسلام اور مہدی مسعود کے مشن کے پیغام پر مشتمل ہوں) اور جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے سرمن (خطبہ) اور بعض دیگر لطیف مضامین مشتمل بر تفسیر آیات یا مشتمل بر رفع اعتراضات مخالفان اسلام وغیرہ۔ اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کی بعض لطیف اور مختصر تقریریں شائع کی جاویں۔ یہ ٹریکٹ چہار صفحہ سے آٹھ صفحہ تک ضخامت میں ہوا کریں۔ اور اگر ہمارے احباب ذرا توجہ کریں۔ تو بکثرت شائع ہو جایا کریں۔ اگر سو آدمی بھی اس سلسلہ کے موید ہو جائیں۔ اور سو سو ٹریکٹ عہ فیصدی کے حساب سے خرید لیں تو دس ہزار ٹریکٹ ایک مہینے میں شائع ہو سکتا ہے۔ اور ہم ہفتہ وار اڑھائی ہزار چھاپ کر مفت تقسیم کر دیا کریں۔ اور تقسیم کے لئے یہ انتظام کیا جاوے گا۔ کہ ہر ایک شہر میں سلسلہ وار ایک خاص تعداد بھیجدی جایا کرے۔ اور وہ ہو جایا کرے۔ اسی ٹریکٹ سیریز کے ضمن میں حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کے اشتہار بھی آجایا کریں گے۔ اور علیحدہ اشتہار حضرت اقدس کو چھپوانا نہ پڑے گا۔ بلکہ ہم ہی اُس کو ٹریکٹ سیریز کے نمبر میں چھاپ کر حضرت کی طرف سے تقسیم کر دیں۔ اگر ہمارے احباب مل ملا کر اس کام کو کرنا چاہیں۔ تو چنداں مشکل نہیں۔ پوری سو درخواستیں جمع ہو جانے پر ہم اس سلسلہ کو شروع کرینگے۔

مینیجر الحکم کے نام درخواست ہو۔

امرتسر میں مسجد احمدیہ

یوں تو ہر ایک شہر اور قریہ میں ہماری جماعت کے لوگوں کو مسجدوں کے ٹھیکہ دار مُلّا مسجدوں میں آنے اور نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ اور قرآن پڑھتے ہوئے بھی آیت ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ

پر غور نہیں کرتے۔ لیکن امرت سر میں پچھلے چند ماہ سے ہماری جماعت کو سخت تکلیفیں دی گئیں۔ یہاں تک کہ جیسا ہمارے ناظرین نے پچھلے کسی نمبر میں پڑھ چکے ہیں۔ ہمارے ایک بھائی میاں غلام محمد کو جو ایک مسجد کا امام تھا۔ مسجد سے علیحدہ کر دیا۔ اس پر ہماری جماعت کو باہر باغوں میں جاکر نمازیں پڑھنی پڑیں۔ یہ تو ایک مبارک نشان تھا۔ کیونکہ **جنت تجری من تحتہا الانہار** کا نمونہ اس دنیا ہی سے شروع ہوا چونکہ امرت سر جنگ مقدس اوّل و ثانی کا مرکز رہا ہے۔ اور مباہلہ کی زمین ہے۔ اس لئے امرت سر جیسے شہر میں ہماری جماعت کو مسجد کی اشد ضرورت ہے۔ جہاں ہمارے احباب جمع ہو سکیں اشاعت اسلام میں فکر دیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اواخر مارچ میں ہمکو اتفاقیہ امرت سر جانا پڑا اس تقریب پر ہم نے اس ضرورت کے متعلق اپنے احباب میں تحریک کی۔ چنانچہ اسی وقت تعمیر مسجد کے لئے بڑے جوش سے چندہ جمع ہونا شروع ہوا۔ چونکہ امرت سر کی جماعت قلیل ہے۔ اور اہل دول لوگ بھی نہیں معمولی مزدوری پیشہ اصحاب ہیں۔ تاہم اون کی ہمت قابل داد ہے۔ اس لئے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ہمارے ناظرین بھی حسب الارشاد **تعاونوا علی البر والتقوی** اس پر کاربند ہوکر امرت سر کی جماعت کا ہاتھ بٹائیں گے۔ ذیل میں ہم اس چندہ کی فہرست شائع کرتے ہیں۔ جو ابتک **مسجد احمدیہ** امرت سر کے لئے امرت سر والوں نے کیا ہے۔

میاں نبی بخش صاحب رفوگر ۵۶ صہ (میاں نبی بخش صاحب کا ایک مکان قیمتی بارہ سو روپیہ کا تھا۔ جو اونہوں نے مسجد کیلئے عنایت کیا اور ساٹھ روپیہ دیدینا منظور کر لیا باقی صہ بطور چندہ کے)

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر پشمینہ: جزاہم اللہ احسن الجزاء

میاں چراغدین صاحب تیلی ایک سو روپیہ (مخلص نوجوان نے مولوی احمد اللہ کو تعمیر مسجد کیلئے مکان فروخت کرکے کئی سو روپیہ دیا تھا جہاں اب وہ نماز نہیں پڑھ سکتا افسوس)

میاں قطب الدین صاحب سوداگر پشمینہ صہ

میاں عطاء اللہ صاحب سوداگر پشمینہ صہ

میاں جان محمد صاحب عہ

میاں غلام محمد صاحب علاقہ بند عہ

مسجد احمدیہ کے لئے چندہ ارسال کرنے والے اصحاب مولوی محمد اسماعیل صاحب سوداگر پشمینہ کٹڑہ اہلووالیاں امرت سر کے نام ارسال کریں۔

ہم کو امید ہے۔ کہ بہت جلد مسجد احمدیہ امرت سر تعمیر ہو کر موجب برکت ہوگی۔

امرت سر میں ہمارے دو تین دن

ہم کو مطبع کی بعض ضروریات کی وجہ سے مارچ کے اواخر میں امرت سر جانا پڑا۔ اور اپنے احباب اصحاب کی پر زور اصرار پر چند روز ٹھہرنا پڑا۔ اس اثنا میں شہر کے مختلف حصوں میں اللہ کریم کے فضل و کرم سے اوس کا پاک کلام سنایا گیا اور اپنے مشن کا اعلان کیا۔ لوگ شوق سے سننے کو آتے رہے۔ دوران قیام میں انجمن تائید الاسلام امرت سر کا سالانہ جلسہ بھی دیکھا اور اس جلسہ میں ہمکو بھی کچھ کہنے کا اتفاق ہوا۔ ہماری تقریر کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ مدرسہ تائید الاسلام کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور انجمن حمایت اسلام امرت سر جو عرصہ سے ٹوٹ چکی ہے اس کا روپیہ جمع ہے۔ بہتر ہے۔ وہ روپیہ انجمن تائید الاسلام میں جاوے۔ اور یہ درخواست کی جاوے۔ کہ انجمن اسلامیہ امرتسر اپنی شاخ دینیات کو مدرسہ تائید الاسلام کے متعلق کردے۔ اس تجویز کو سب نے پسند فرمایا۔ لیکن غزنوی طائفہ نے اور شیخ محمد حسین بٹالوی نے موقع پاکر نئے کفرنامہ کا بہانہ تلاش کیا۔ اور مولوی احمد اللہ کو کفرنامہ میں شامل ہونے کے لئے زور دیا گیا۔ اور داخل کرکے ہی چھوڑا۔ ایک اور لطیفہ بھی جلسہ کا قابل ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوگا۔ کہ ہمارے علماء کہاں تک مسائل دینی پر نظر رکھتے ہیں۔ ایک شخص نے چار طالب علموں کو عہ انعام دینے چاہے۔ مگر اس کے پاس صرف ایک روپیہ تھا۔ اس پر اوس نے کہا۔ کہ اس روپیہ کو کوئی خرید لے۔ چنانچہ ایک شخص نے عہ کو وہ روپیہ خرید کیا۔ مولوی ثناء اللہ مدرس تائید الاسلام۔ جو اس ڈیوٹی پر ڈٹے ہوئے تھے۔ جھٹ وہ روپیہ آنہ زد کرکے فنڈ مدرسہ میں داخل کر لئے مگر اتنے میں مولوی رسل بابا صاحب اور عبد الجبار صاحب نے شور مچایا۔ کہ یہ **بیع درست نہیں**۔ غرض پھر اور صورت پر وہ روپیہ داخل کر لئے گئے۔ افسوس سب عالم بیٹھے رہے۔ اور کسی کو خیال نہ آیا۔ کہ یہ بیع جائز ہے یا ناجائز۔ مگر ہمارے رسل بابا صاحب اور عبد الجبار صاحب کو کہنا پڑا۔ شاید بعض دشمن کو ستے ہی ہوں۔ اور بھی ادھر ادھر کی تقریریں ہوئیں مگر افسوس قرآن کریم کے معارف اور اسرار سننے میں نہ آئے۔ جو ایسے جلسہ میں امید ہو سکتی تھی۔ آخر میں پلاؤ اڑایا گیا۔ ہم انجمن تائید الاسلام امرتسر سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ پلاؤ جو اسطرح کھایا اور احباب کو کھلایا جاتا ہے۔ مدرسہ تائید الاسلام کے جمع شدہ روپیہ سے کھلایا جاتا ہے۔ یا اس کے لئے علیحدہ چندہ ہوتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ہمکو اس کا جواب دے کر مشکور فرماویں گے کیونکہ ہم اس امر کے متعلق کچھ لکھنے والے ہیں۔ یہ بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہم نے اخبار الحکم انجمن تائید الاسلام کے طلباء کو مفت دینا چاہا۔ مگر میاں احمد اللہ صاحب نے انکار کر دیا۔ نیز محمد حسین بٹالوی کی تقریر کا خلاصہ ہم نے قلمبند کیا ہے۔ جسکو ہم اپنے ریمارکس کے ساتھ شائع کریں گے۔

صداقت کسطرح چمکتی ہے

صداقت کی روشنی تلواروں کے سایہ میں بھی چمکتی ہے۔ تائید الاسلام کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر ہم نے جو تجویز پیش کی اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہمارے مخالف الرائے مولویوں نے ہمارے چلے آنے کے بعد شور مچانا شروع کیا۔ ایک صادق اور راستباز بھی اون میں موجود تھا۔ جس کی روح تلاش حق میں وحشی ہرن کی طرح تڑپتی تھی۔ اوس نے فی الفور اُن کی مخالفت بیجا سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ جب یہ لوگ ایک شخص کی بالکل صحیح اور مناسب تجویز کی محض اس لئے مخالفت کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت اقدس **سیدنا مرزا صاحب** کے کفش برداروں میں ہے۔ تو اس سے بڑھ کر انکی ضدیت اور ہٹ کا کیا ثبوت ہوگا۔ چنانچہ اس پر خدا تعالے نے اُس کا سینہ کھولدیا۔ اور شرح صدر کے ساتھ وہ امام الزمان کی شناخت کے قابل ہو گیا۔ یہاں تک کہ ۱۳ مارچ ۱۸۹۸ء کو دارالامان میں پہونچکر حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ **والحمد للہ علی ذالک**۔ یہ خدا تعالے کا فضل ہے۔ ہم خدا کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جس نے ہماری مغفرت کے لئے یہ سامان بہم پہونچایا۔ وہ رحیم خدا جس نے ہمکو اس بھری مجلس مخالفین میں بولنے کی طاقت دی۔ علاوہ پھر

جس نے اس تقریر کو ایک روح کی ہدایت کا موجب بنایا ہماری
ان ادنیٰ خدمات کو قبولیت کی روح بخشی۔ اور ہمیں توانائی و توفیق
طاقت عنایت کرے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ اس کے مقدس
راستباز۔ بندے کے مشن کی تبلیغ کرنے کے قابل ہوں۔
اور محض اس کی ہی رضا جوئی زیر نظر ہو۔ اگر اپنی شہرت یا نمود
نخوۃ خاطر ہو۔ تو اے مقلب القلوب خدا تو بولنے اور لکھنے کی حس
کو سلب کر لے۔ تاکہ ہدایت کے راستہ سے نہ بہک جائیں آمین
ہم اس مبارک تحریر پر جس قدر خوش ہوں کم ہیں۔ لیکن ساتھ
ہی ہم اپنے مخالفین سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا تم ایسے نشانات
دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے۔ کیا نہیں دیکھتے۔ کہ خدا اپنے
بندے کی امداد کس طرح غیب سے کر رہا ہے۔ تمہاری مخالفتوں
میں کیونکر اس کے مشن کی تبلیغ ہوتی ہے؟ آؤ خدارا
باز آؤ۔ دنیا روزے چند۔ عاقبت معاملہ با خداوند ہے۔

ایک قابل قدر خط

ذیل میں ہم ایک خط درج کرتے ہیں۔ جو عرصہ ہوا۔ ہمارے مخدوم
حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے مولوی ریاض
احمد صاحب ساکن رائے بریلی کے نام لکھا تھا۔
بظاہر یہ ایک خط ایک خاص شخص کے نام ہے۔ مگر نفس الامر میں بعض لغات
القرآن کا لب لباب ہے اور قرآن کریم کے بعض مشکل مقامات کا حل ہے
اس لئے ہم نہایت فخر اور عزت سے اس کو درج کرتے ہیں تاکہ
ہمارے ناظرین قرآن کا ترجمہ کرتے یا پڑھتے وقت ان امور کا لحاظ
رکھیں۔ اور آئندہ ہم مولوی صاحب کی یادداشتیں ترجمہ قرآن
کے متعلق انشاء اللہ سلسلہ وار درج کرتے رہیں گے۔ ایڈیٹر

نورالدین۔ ۱۲ ستمبر ۱۸۹۵ء از دارالامان قادیان

میرے عریضہ کو ایک بار آپ ضرور پورا پڑھ لیں۔ اگر فرصت
ہے۔ میں اسے دوسری بار نہیں دیکھ سکا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرآن مجید کے ترجمہ کی جو ضرورت آج کل ہے۔ وہ مخفی نہیں۔
اور اس پر اب کچھ مجھے لکھنا فضول ہے۔ کیونکہ بات لمبی ہے۔ میں
اس عریضہ میں مختصر عرض کرونگا۔ کیونکہ مجھے آپ کے حالات
اور عادات اور آپ کے اندرونی جوشوں کی اطلاع نہیں سوائے آپ
کا اردو پیسہ اخبار میں دیکھا۔ اور یہ تعمیل ارشاد خاتم الانبیاء صلعم
کا رد سمجھ دیئے۔ جو کچھ اللہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے
آپ کو بھیج گئے۔ وہ حکم تھا الدین النصیحۃ۔ دین اسلام
خیر خواہی کا نام ہے۔ والراحمون یرحمہم الرحمن
تبارک وتعالیٰ۔ ارحموا من فی الارض
یرحمکم من فی السماء۔ اور میرا خیال تھا اور یہی
کہ انما الاعمال بالنیات۔ وانما لامرء ما نوی۔
میں کوئی ترتیب اس مضمون کے متعلق نہیں رکھ سکتا۔
کیونکہ یہ خط ہے رسالہ نہیں۔ جو کچھ لکھتے لکھتے مجھے خیال
آتا جائیگا لکھونگا۔

اول۔ تراجم موجودہ نے قرآن کریم کے پاک اور نہایت
ہی بے عیب الفاظ کو اپنے اپنے ناپاک اور گندے محاورات میں
ظاہر کیا ہے۔ مثلاً۔ بطور نمونہ از ہزار یکے سنو۔

(۱) خدعہ۔ کا لفظ ہے۔ سورہ بقر کے دوسرے رکوع
میں موجود ہے۔ یخادعون اللہ وما یخدعون۔
اور سورہ نساء رکوع ۲۰ میں وھو خادعھم۔ اس کا ترجمہ
مترجموں نے۔ دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو۔ اور دھوکہ نہیں
دیتے مگر اپنی جانوں کو۔ اور اللہ تعالیٰ نے دھوکہ دیتا ہے انکو
یا بجائے دھوکہ فریب دیتا ہے۔ دغا دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ
اللہ تعالیٰ نے ان ناپاک معنی کی تصدیق قرآن مجید میں نہیں فرمائی۔
اس ترجمہ کے معائب یقیناً یا غالباً آپ پر ظاہر ہونگے اس
لئے مجھے شائد ضرورت نہیں۔ اب میں اس کے ایسے معنے عرض
کرتا ہوں۔ کہ جن کی تصدیق قرآن کریم میں ہے اور لغت عرب
اسکی تصدیق کرتی ہے۔

یخادعون اللہ۔ یترکون اللہ قاموس
میں ہے۔ خادعہ۔ یترکہ۔ ترجمہ اس کا۔ چھوڑتے
ہیں۔ ترک کرتے ہیں اللہ کو۔ وھو خادعھم۔ اور وہ
چھوڑنے والا ترک کرنے والا ہے انکو۔ قرآن کریم میں دوسرے
موقعوں پر منافقوں کے حق میں فرمایا ہے۔ وترکھم فی
ظلمات۔ ویذرھم فی طغیانھم۔ وغیرہ۔
یخدعون کے معنے یمسکون یبخلون کیا
معنے۔ خادع۔ مزید کے معنے ہیں۔ ترک اور مجرد کے
معنے ہیں۔ امسک۔ بخل۔ اور یہ معنے صراح و صحاح
و قاموس میں موجود ہیں۔ قرآن کریم ان معنوں کی تصدیق
فرماتا ہے۔ کہ منافق کہتے ہیں۔ لا تنفقوا علی من عند
رسول اللہ حتی ینفضوا۔ الآیہ س ۲۸۔ اور فرماتا
ہے وہ بخلوا۔ اور فرماتا ہے۔ و یبخلون۔
(۲) نسوا اللہ فانسٰھم۔ الآیہ ... کا ترجمہ
کرتے ہیں۔ جب یاد نہیں رکھتے۔ تو پس بھلا یا اللہ نے انکو
علاوہ اس کے خود تفسیر صحابہ کرام کی ترکوا اللہ فترکھم موجود تھی۔

(۳) کید کے معنے۔ جیسے سیرۃ ابن ہشام مغازی
محمد بن اسحاق میں موجود ہے۔ جنگ کرنے کے ہیں۔ بار بار مغازی
میں آتا ہے۔ خرج رسول اللہ ولم یلق کیدا الی
حرباً۔ پس انہم یکیدون کیدا واکید کیدا۔ س ۳۰
کے معنے ہوئے۔ وہ خطرناک جنگ کی تیاریاں کرتے ہیں۔ یا
خطرناک جنگ کرتے ہیں۔ اور میں بھی ان سے خطرناک جنگ
کرونگا۔

(۴) مکر کے معنے تدابیر۔ دقیقہ اور ارادات مستحکمہ کے ہیں
پس مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین کے معنے ہوئے
کہ مسیح علیہ السلام کے مخالفوں نے تدابیر دقیقہ اور ارادات محکمہ کئے
کہ مسیح علیہ السلام کو قتل کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدابیر دقیقہ
اور محکمہ سے کام لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی تدابیر بڑی بھلائی پر مبنی
ہیں (خیر کا صیغہ اسم تفضیل یا افعل التفضیل کا ہے۔ جس کے
معنے بڑے کے لئے گئے)۔ ان معنے کا بیان قرآن کے اس مقام
پر صاف ہوا ہے۔ جہاں ارشاد ہوا۔ اذ یمکر بک الذین
کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون
ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ س ۹۔ اور تفصیل فرما
دی۔ کہ مکر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک بُرے اور دوسرا خیر جیسے فرمایا۔
ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ۔ س ۲۲۔

(۵) روح کا لفظ ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے۔ اور
اس لفظ کے معنے صریح موجود ہیں۔ جیسے فرمایا اللہ کریم نے و
کذالک اوحینا الیک روحا من امرنا۔ س ۲۵
اور جبرئیل کو یا مسیح کو اس لئے روح فرمایا۔ کہ ایک کلام الٰہی
کے لانے والا۔ اور دوسرا کلام الٰہی کے پہونچانے والا ہے۔
اور اگر پندرھویں سیپارہ میں یسئلونک عن الروح
قل الروح من امر ربی۔ پر گہری نگاہ کرو۔ تو دور و نزدیک
سے کلام اور تو صاف نظر آئیگا۔ کہ روح وہاں کلام ہی
کے معنے میں ہے۔ کیونکہ یسئلونک عن الروح کے قبل
دعوے ہوا ہے۔ وننزل من القرآن ما ھو شفاء
س ۱۵۔ پھر بیان ہوا ہے۔ کہ یہود دریافت کرتے ہیں۔ کہ یہ
روح کیا معنے قرآن کہاں سے آیا ہے۔ تو جواب دیا من امر
ربی ہے۔

اب ہر دو دعوے بلکہ دعوے اخیر کی (کہ قرآن کریم
کلام الٰہی ہے۔ موضوع۔ مفتری اور مصنوع نہیں)
دلیل یہ دی۔ کہ قدرتی اور مصنوعی اشیاء میں بھی تو فرق

ہوتا ہے۔ کہ مصنوع قدرتی نہیں ہوتی۔ اور منقعق ہو گئی ہوتی ہے۔ غور کرو اس دلیل پر جو بعد پسیلونک کے واقع ہوئی ہے۔ **قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا**۔ پس ترجمہ الفاظ میں مترجم کو عرف موجودہ کا لحاظ ضروری ہے۔ تو کہ عرفی معنی سمجھے۔

دوسرا امر جس پر توجہ ضرور ہے۔ وہ قصص ہیں جنکا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ان قصص کی تفصیل ضروری تو نہیں۔ مگر بعض مقامات بدوں کسی تفصیل کے اس زمانہ میں سمجھنی مشکل ہیں۔

مثلاً ذوالقرنین کا قصہ بعض ہمارے بھولے بھالے مفسروں نے یونانی سکندر کو جو ایک بت پرست شراب خور بتوں کا بیٹا بننے والا تھا۔ ذوالقرنین بنا دیا۔ اور اگر سکندر نامہ کو دیکھیں۔ تو شرم آجاتی ہے۔ کہ کیا قرآن کریم اس نابکار کا صریح تذکرہ کرتا ہے۔

اور پھر پتہ نہیں لگتا۔ کہ یہودنے یہ سوال **عن ذوالقرنین** کس بنا پر کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک تعلیم ہے۔ اس کا کیا دخل تھا۔ اور تمام رخ از بحث تذکرہ کرنے سے جناب ہادی کامل **فداہ ابی وامی** صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا غرض پڑی تھی۔ کہ اس کا ذکر فرماتے۔ یا اللہ کریم اپنی جلیل القدر۔ کافی۔ پاک۔ نور۔ ہدی۔ رحمت کتاب میں اسکا ذکر فرماتے۔ حالانکہ بات صاف تھی۔ دانیال کی کتاب میں حضرت دانیال نے جناب فخر عالم خاتم الانبیاء کی بابت پیشگوئی کرتے۔ اور حضور علیہ السلام کا زمانہ بتاتے کے لئے ذوالقرنین کا قصہ بتایا ہے۔ دیکھو **دانیال ۸ باب**

اور یہ ذوالقرنین ۸ باب ۲۰ دانیال کا سکندر رومی ہے جسکو دانیال نبی نے ذوالقرن کر کے بیان فرمایا ہے۔ پہلے ہے۔ دیکھو دانیال ۹

میں یہ بیان اس وقت نہیں کرتا۔ کہ دانیال کی کتاب سے کس طرح اس پاک زمانہ خیر القرون کا پتہ لگتا ہے۔ بلکہ ذوالقرنین کے قصہ پر مبلر روئے سخن ہے۔ پھر عیسائیوں نے اس کو مخفی کرنیکے لئے ذوالقرنین کے معنے میں بڑی بڑی شرارت کی ہے۔ جیسے ان تفاسیر سے ظاہر ہے۔ آپ انگریزی میں دیکھ سکتے ہیں۔ حالانکہ کیقباد یا مثلاً داؤد علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے متعلق اسرائیلی لوگوں نے اوریا کا نا پاک۔ گندہ بہتان جو بیان کیا ہے

بعض بھولے مفسروں نے یہ تفسیر لے لیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ پاک ارشاد ہے جس میں آنہوں نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی قصاص اوریا والا قصہ جناب داؤد علیہ السلام کے متعلق بیان کرے گا۔ تو میں سے تو میں اُسے رجم کرونگا۔ جیسے تفسیر کبیر کے رحمۃ اللہ مفسر نے بیان فرمایا ہے۔ اس کو ان تمام مفسروں نے چھوڑ دیا۔

اور لوط علیہ السلام کے متعلق آج کل کے ایک مفسر علام نے صاف لکھ دیا ہے۔ کہ معاذ اللہ اونہوں نے اپنی لڑکیوں سے شراب پی کر زنا کیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ولعوذ باللہ من ہذہ الخرافات والمصائب**۔ حالانکہ ہمیں اپنی مہیمن کتاب میں جس میں صاف اللہ کریم فرماتے ہیں۔ پتہ لگتا ہے۔ کہ شیطان لعین کا اللہ تعالے کے مخلص بندوں پر جنمیں انبیاء علیہم السلام سرتاج اور مخلصوں میں رئیس رئیس ہیں۔ ہرگز کچھ دخل و تصرف نہیں۔ ایسی ہی اللہ تعالے نے طالوت کی مدح سرائی فرمائی ہے۔ اور یہیں آگاہ فرمایا ہے۔ کہ **زادہ بسطۃ فی العلم والجسم** اور یہ بھی فرمایا۔ کہ **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء** پس کیا خشیت والے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کہ جیسے معالم التنزیل میں طالوت کے ناپاک ارادوں کا ذکر ہے۔ کہ اوس نے جناب داؤد علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا۔ افسوس۔ **پھر جب** تواریخ قدیمہ سے بالکل ظاہر ہے۔ کہ جالوت دو تھے۔ ایک طالوت کے مقابل اور دوسرا داؤد کے مقابل اسی واسطے قرآن کریم کے آخر دوسرے سیپارہ میں **فہزموہم باذن اللہ** پر رقف دیکر **وقتل داؤد جالوت** کا تذکرہ الگ کر دیا ہے۔ اور ساؤل کا کوئی قصہ قرآن کریم نے نہ فرمایا۔

ایسا ہی صدہا قصص بنی اسرائیل کے بے جوڑ مخشیوں اور مفسروں نے بدوں حجت نیرہ کتاب و سنت تفاسیر و تراجم میں بھر دی ہیں۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

یہہ تو بیرونی قصص کا نمونہ تھا۔ اب اندرونی قصص پر گذارش کرتا ہوں۔ ہمارے ہادی کامل کے قصص احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔ مگر ہمارے مترجموں پر اللہ تعالے رحم فرماوے۔ کہ اونہوں نے ان صحیح قصص کو چھوڑ کر کہاں کہاں موضوعات سے کام لیا ہے۔ نمونہ کے طور پر **زینب** صدیقہ ام المومنین کا قصہ ہے۔ جس کے متعلق افسوس ہزار افسوس نابکار لوگوں نے لکھ دیا۔ کہ حضور علیہ

السلام **زینب** کو دیکھکر اس پر عاشق ہو گئے۔ حالانکہ عشق کا لفظ ہی قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں موجود نہیں۔ چہ جائیکہ عشق رسول **اللہ زینب** پر ہو۔ اور پھر بالکل ظاہر ہے کہ ام المومنین **زینب** آپ کی پھوپھی زاد تھیں۔ اور آپکے آزاد کردہ غلام جناب زید رضی اللہ عنہ سے بیاہی گئیں۔ اور نکاح ہمارے ہادی کامل کے فرمان سے ہوا۔ اور اس زمانہ میں حجاب کی رسم تھی۔ یہ عشق کیسا۔ کیا آپ نے **زینب** کو دیکھا ہوا نہ تھا۔ یا ماریہ قبطیہ کا ناپاک قصہ کہ حضور نے اپنی بی بی کی لونڈی سے بدوں اجازت جماع کیا۔ جس پر **یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک**۔ نازل ہوئی۔ حالانکہ اصل قصہ صحیح طور پر بخاری میں موجود ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ مجدد اور حکیم الامت نے بھی **زینب** کے قصہ میں لغزش کھائی ہے۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں ایک لفظ لکھدیا ہے۔ جس سے ایک مومن رنج اوٹھاتا ہے۔ **غفرہ اللہ بفضلہ ومنہ وکرمہ آمین۔ فانہ کان نعمۃ لاہل الہند وانا احبہ للہ وفی اللہ وباللہ**۔

تیسرا امر جس پر مترجم کو توجہ کرنا لازمی اور ضروری ہے متشابہ اور محکم کا لحاظ ہے۔ شیعہ سنیوں کے دلائل میں جو آیات مذکور ہوتی ہیں۔ اُن کو متشابہ کہتے ہیں۔ اور سنی شیعہ کے دلائل پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ ابن تیمیہ۔ ابن قیم اور شوکانی نے جن آیات کو محکم کہا ہے۔ اون کو اونکے مخالفوں نے متشابہ کہا۔ غرض یہ بحث اس زمانہ میں قابل غور ہے۔

رحمت کرے اللہ امام المحدثین امام بخاری پر جس نے ان تمام جھگڑوں کو پاک کر دیا ہے۔ کہ متشابہ کے معنے کئے ہیں **یصدق بعضہا بعضا**۔ سبحان اللہ کیسی پاک صاف بات ہے۔ جس نے صدہا جھگڑے ختم کر دیئے۔ اور تمام نزاعوں کو جڑ سے کاٹ ڈالا۔

چوتھا امر جس پر توجہ چاہیئے۔ وہ مقطعات قرآنی پر غور کرنا ہے۔ نواب صدیق حسن نے جیسے لوگوں کو ان کے معانی کرنے سے ڈرایا ہے۔ اور آپنے امام شوکانی سے اس امر میں حصہ لیا ہے۔ قابل مضحکہ ہے۔ کیونکہ مقطعات پر صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ تصوف نے غور فرمائی۔ اور یوں نہیں کہدیا۔ کہ ان کے معنے کوئی نہیں جانتا۔ ہاں بات بہت باریک ہے۔ یہہ کسی قدر فارسی ترجمہ میں جو سعدی کی طرف منسوب ہے۔ کہیں کہیں اس امر کو خوب نباہا ہے۔ میں بھی ان پر آج کل کچھ لکھ رہا ہوں۔ اور میرے مقتدا ان معانی میں صحابہ و تابعین ہیں۔ **سو الحمد للہ رب العالمین**۔ اور ان معانی کا ثبوت انشاء اللہ